صفر–ربیع الاول 1445ھ | ستمبر–اکتوبر 2023ء
شمارہ-74

نصرۃ میگزین

حکومت مہنگائی کی بھٹی کو دہکانے کیلیئے ہزاروں ارب کے نوٹ چھاپتی ہے، اور پھر اس آگ کے الاؤ میں جلتے عوام کو دیکھ کر آنسو بہاتی ہے

اسلامی امت قرآن مجید کو جلانے سے روکنے کے لیے اپنے فوجی کمانڈروں کی طرف دیکھ رہی ہے

پاکستان اور افغانستان کے سرحدی علاقے میں سیکورٹی کا مسئلہ اور اسلام اسے کیسے حل کرے گا؟

کیا ڈالر پر انحصار میں کمی اس کی بالادستی کو متاثر کرتی ہے؟

فہرست

اداریہ 3

تفسیر سورۃ البقرۃ۔(246-248) 5

اسلامی امت قرآن مجید کو جلانے سے روکنے کے لیے اپنے فوجی کمانڈروں کی طرف دیکھ رہی ہے 13

پاکستان اور افغانستان کے سرحدی علاقے میں سیکورٹی کا مسئلہ اور اسلام اسے کیسے حل کرے گا؟ 16

نصرۃ دینے والوں کا شرف اور فضیلت 23

کیا ڈالر پر انحصار میں کمی اس کی بالادستی کو متاثر کرتی ہے؟ 28

اللہ تعالیٰ نے نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کے قیام کے فرض کو دوبارا پورا کرنے کا سنہری موقع فراہم کیا ہے 38

چھوٹی چھوٹی باتیں 46

بیماری سے بچاؤ ایک فرض ہے، اور اس حوالے سے غفلت فرض کی انجام دہی میں ناکامی ہے 50

مغربی تجربیت اور مذہب کی زندگی سے علیحدگی (حصہ دوئم) 54

سوال وجواب: کوسوو کے واقعات اور یورپ پر اس کے اثرات 65

سوال وجواب: قسم توڑنے کا کفارہ (کفارۃ الیمین) 74

سوال وجواب: نائجر میں انقلاب کا پس منظر اور اس کے اثرات 82

میڈیا پیغام:: حکومت مہنگائی کی بھٹی کو دہکانے کیلئے ہزاروں ارب کے نوٹ چھاپتی ہے، اور پھر اس آگ کے الاؤ میں جلتے عوام کو دیکھ کر آنسو بہاتی ہے 91

اداریہ

"پاکستان سے باہر کیسے جایا جائے" یہ بحث زبان زد خاص وعام ہے کیونکہ پاکستان کی معاشی اور امن وامان کی صورت حال تیزی سے بگڑ رہی ہے۔ ملک کے مکمل طور پر ڈوبنے سے پہلے ہی اسے کیوں نا چھوڑ دیا جائے؟

بیرون ملک جانا مالی طور پر مہنگا ہے؛ کنسلٹنسی فیس، لیگل فیس، سفر کے اخراجات، بیرونِ ملک تعلیم بھی مہنگی ہے۔ روزمرہ زندگی کے اخرجات پوری دنیا میں بڑھ رہے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ بے روزگاری اور قرض بھی، جبکہ تنخواہیں اس تناسب سے نہیں بڑھ رہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ رزق صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ہمیں مشکلات یا آسانی کا سامنا پاکستان میں بھی ہو سکتا ہے اور کسی اور ملک میں بھی۔

یہاں مسئلہ صرف آمدنی کا نہیں ہے، آخر ہمارے پیاروں کا کیا بنے گا؟ ہمیں اپنے والدین کو چھوڑنا ہو گا جن کو ہمارے سہارے کی ضرورت ہے، ہمیں اپنے دوست احباب کو چھوڑنا ہو گا جو مشکل وقت میں ہمارا ساتھ دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ، مغربی تعلیم سے ملنے والے افکار ہمارے بچوں کو دی جانے والی دینی تعلیم کے افکار کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ مغربی ممالک میں مہاجرین کے خلاف بغض اور نفرت میں بھی شدت سے اضافہ ہو رہا ہے۔

ہر شخص ملک چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ ہم میں سے زیادہ تر لوگ ملک چھوڑنے کی کوشش میں بس پیسے ضائع کریں گے۔ ملک چھوڑنا شاید چند لاکھ لوگوں کے لئے حل ہو سکتا ہے، لیکن پچیس کروڑ لوگوں کے لئے یہ ممکن نہیں ہے۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ڈوبتے ہوئے جہاز کو بچانے کا کوئی راستہ ہے؟!

ہمارا ملک موجودہ کفریہ جمہوری سرمایہ دارانہ نظام کی وجہ سے غرق ہو رہا ہے۔ پاکستان میں وسائل کی فراوانی ہے۔ پاکستان میں بھوک وافلاس موجودہ نظام کی وجہ سے ہے۔ اور یہ صورت حال تمام ترقی پذیر ممالک کی ہے۔

اپنے ملک کو بچانے کے لیے ہمیں موجودہ نظام کو اکھاڑ پھینکنا ہو گا۔ ہمیں اسلام اور اس کے نظامِ حکمرانی خلافت کو اپنانا ہو گا۔ خلافت کے زیرِ سایہ امت مسلمہ نے صدیوں تک دنیا کی قیادت کی اور تب امت دولت و امن دونوں سے مالا مال تھی۔

خلافت کو دوبارہ قائم کرنے کے لئے ہم سب کو مل کر کام کرنا پڑے گا۔ یہ مشقت طلب کام ہے جو قربانی بھی مانگتا ہے، اور اس کے لئے جدوجہد کرنے کی بہترین وجہ یہ ہے کہ ہم اللہ کی خوشنودی حاصل کر پائیں گے۔

فہرست

تفسیر سورۃ البقرۃ۔(246-248)

جلیل قدر عالم دین شیخ عطاء بن خلیل ابو الرشتہ کی کتاب "التیسیر فی اصول التفسیر" سے اقتباس

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ (246). وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (247) وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (248)﴾

"کیا تمھیں موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کے گروہ کے اس واقعے کا علم نہیں ہوا جب انھوں نے اپنے ایک نبی سے کہا تھا کہ ہمارا ایک بادشاہ مقرر کر دیجیے تاکہ (اس کے جھنڈے تلے) ہم اللہ کے راستے میں جنگ کر سکیں۔ نبی نے کہا: کیا تم لوگوں سے یہ بات کچھ بعید ہے کہ جب تم پر جنگ فرض کی جائے تو تم نہ لڑو؟ انھوں نے کہا: بھلا ہمیں کیا ہو جائے گا جو ہم اللہ کے راستے میں جنگ نہ کریں گے حالانکہ ہمیں اپنے گھروں اور اپنے بچوں کے پاس سے نکال باہر کیا گیا ہے۔ پھر (ہوا یہی کہ) جب ان پر جنگ فرض کی گئی تو ان میں سے تھوڑے لوگوں کو چھوڑ کر باقی سب پیٹھ پھیر گئے۔ اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ اور ان کے نبی نے ان سے کہا کہ: اللہ نے تمھارے لیے طالوت کو بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔ وہ کہنے لگے: بھلا اس کو ہم پر بادشاہت کرنے کا حق کہاں سے آگیا؟ ہم اس کے مقابلے میں بادشاہت کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور اس کو تو مالی وسعت بھی حاصل نہیں۔ نبی نے کہا: اللہ نے ان کو تم پر فضیلت دے کر چنا ہے اور انھیں علم اور جسم میں (تم سے) زیادہ وسعت عطا کی ہے۔ اور اللہ اپنا ملک جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑی وسعت اور بڑا علم رکھنے والا ہے، اور ان سے ان کے نبی نے یہ بھی کہا کہ: طالوت کی بادشاہت کی علامت یہ ہے کہ تمھارے پاس وہ

صندوق (واپس) آجائے گا جس میں تمھارے پروردگار کی طرف سے سکینت کا سامان ہے اور موسیٰ اور ہارون نے جو اشیاء چھوڑی تھیں، ان میں سے کچھ باقی ماندہ چیزیں ہیں۔ اسے فرشتے اُٹھائے ہوئے لائیں گے، اگر تم مومن ہو تو تمھارے لیے اس میں بڑی نشانی ہے"۔

اللہ سبحانہ ان آیات کریمہ میں درج ذیل باتیں ارشاد فرماتے ہیں:

1۔ اللہ تعالیٰ قتال فی سبیل اللہ (اللہ کے راستے میں لڑائی) سے متعلق ایک اور مثال بیان فرماتے ہیں، اس آیت سے پہلے والی آیت میں اُس قوم کی مثال بیان کی گئی جو اپنی جانوں کی حفاظت کے لیے اپنے گھر بار چھوڑ کر حملہ آور دشمن کا سامنا کرنے سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے اور جب وہ ایک ایسی جگہ پہنچے جو انھیں پر امن لگی، تو وہیں پڑاؤ ڈالا، پھر اسی جگہ انھیں موت نے آ پکڑا جو ان کے وہم و گمان میں نہیں تھا۔ یہ مثال بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اللہ کے راستے میں لڑنے والا اس سے عبرت اور سبق حاصل کرے اور دشمن کے مقابلے سے نہ گھبرائے کیونکہ اس کا اجل اللہ کے ہاتھ میں ہے، قتال کو چھوڑ کر بیٹھنے یا فرار ہونے سے اس کا اجل نہ تو پہلے مقدر ہو سکتا ہے نہ ہی مؤخر ہو سکتا ہے، چنانچہ ایک مؤمن کا جنگ کی طرف لپکنے کا جذبہ دشمن کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا**﴾ **"اور ان لوگوں کا پیچھا کرنے سے ہمت نہ ہارو اگر تم تکلیف اٹھاتے ہو تو وہ بھی تمہاری طرح تکلیف اٹھاتے ہیں حالانکہ تم اللہ سے جس چیز کے امیدوار ہو وہ نہیں ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے"**۔(النساء:104)

اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالی اپنے رسول ﷺ اور مؤمنین کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا قصہ ذکر کرتے ہیں، کہ جب موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کی قوم کو قتال (جنگ) کا حکم دیا گیا تو انھوں نے یہ بہانہ کیا کہ ہمارا تو کوئی بادشاہ نہیں جس کے جھنڈے تلے ہم لڑ سکیں اور اپنے نبی سے یہ مطالبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بادشاہ بنا کر بھیج دے جس کے ساتھ مل کر ہم لڑیں، گویا ان کا مطالبہ ایک تجربہ کار سردار کا تھا جو جنگی فنون کی مہارت رکھتا ہو اور جسمانی

طور پر طاقتور ہو۔ توان کے نبی نے ان سے کہا: کیا تم لوگوں سے یہ بات کچھ بعید ہے کہ جب تم پر کسی کو بادشاہ بنا کر بھیجا جائے اور تم پر جنگ فرض کی جائے تو تم نہ لڑو؟" گویا ان کی کیفیت کو دیکھ کر ان کے نبی کو یہ ڈر تھا کہ وہ پابندی نہیں کریں گے، لیکن انھوں نے تعمیلِ حکم کی یقین دہانی کراتے ہوئے جواب دیا اور کہا کہ ہم ضرور بالضرور لڑیں گے کیونکہ ہمارے گھروں پر قبضہ کیا گیا اور ہمیں وہاں سے نکال کر اپنے بیوی بچوں سے الگ کر دیا گیا ہے، تو ہم اللہ کے راستے میں ڈٹ کر لڑیں گے، اگر اللہ تعالیٰ نے بادشاہ بھیجا اور لڑائی کا حکم دیا، لیکن قتال فرض ہونے پر وہ اپنی سابقہ عادت کی طرف پھر گئے اور ان میں سے چند لوگوں کے سوا باقی سب نے حکم عدولی کی، یوں اللہ کے امر سے منہ موڑ کر معصیت کے مرتکب ہوئے اور ظالم بنے۔

آیت میں ایسی کوئی دلیل ذکر نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ وہی قوم تھی جن کا ذکر پچھلی آیت میں ہوا تھا، بھلے ان دونوں قصوں کا موضوع ایک ہی ہے، یعنی قتال اور کسی بھی بہانے سے اس سے پسپائی اختیار نہ کرنا۔

تو پہلی آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے جنھوں نے اپنی جانوں کی حفاظت کے واسطے دشمن کے مقابلے سے فرار اختیار کیا تھا، چنانچہ دنیا کا بھی خسارہ اُٹھایا کہ ان کے دشمن کو ان پر غلبہ حاصل ہوا اور اسی وقت موت سے بھی دوچار ہوئے جو ان کی پناہ گاہ میں ان کے گھات میں تھی، اس آیت سے یہ عبرت مقصود ہے کہ جب وقتِ مقرر آپہنچے تو فرار کی وجہ سے اس میں ادنیٰ تاخیر بھی نہیں ہو سکتی، اس حقیقت سے آشنا ہونے کی بنا پر مومن دشمن کے مقابلے سے کترانے کی بجائے جرات و بہادری کے جوہر دکھاتا ہے اور مضبوط ارادے اور جذبے سے دشمن پر قہر بن کر ٹھوٹ پڑتا ہے۔

جبکہ مذکورہ بالا آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے جو قتال سے بچنے کے لیے بہانے ڈھونڈتے ہیں، یعنی موت کے خوف سے بھاگتے تو نہیں، لیکن قتال میں تاخیر کرنے کے لیے طرح طرح کے عذر پیش کرتے اور ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں۔

2۔ اس پر دلیل وہ قول ہے جو اللہ تعالیٰ نے آگے آنے والی آیت میں ذکر فرمایا ہے کہ جب ان کے نبی نے انھیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو ان پر بادشاہ بنا کر بھیجا ہے تو وہ کہنے لگے کہ ان سے زیادہ تو ہم بادشاہی کے حقدار ہیں اور وہ

مالدار بھی نہیں، لیکن اس کے باوجود ان کے نبی نے انھیں بتایا کہ اللہ سبحانہ نے ان کو اس مہم کے لیے چن لیا ہے اور اس کام کے لیے درکار صلاحیت و قابلیت سے ان کو نوازا ہے؛ **یعنی قوت و طاقت اور جسم**، لیکن انھیں اس سے تسلی نہیں ہوئی۔

3۔ بلکہ اس کے سچا بادشاہ ہونے پر نشانی طلب کی، تو ان کے نبی نے انھیں بتایا کہ اس کے سچا ہونے کی نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں وہ مقدس گم شدہ تابوت واپس لوٹا دے گا اور موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات جو اس صندوق میں محفوظ تھے، وہ سب کچھ بھی تمھیں واپس مل جائیں گے، اور یہ کہ اس صندوق کو فرشتے اپنے پروردگار کے حکم سے اُٹھا کر لائیں گے۔

اس طرح جب ان کا کوئی بہانہ کارگر نہ ہوا اور بہانہ تراشیوں کی تمام راہیں ان پر مسدود ہو گئیں تب اپنے نبی کے لیے ہاں کرتے ہوئے اپنے بادشاہ کی ہمراہی میں اللہ کے راستے میں لڑنے کے لیے روانہ ہوئے۔

﴿أَلَمْ تَرَ﴾ "کیا تم دیکھتے نہیں"، اس کی تفسیر پہلے گذر چکی ہے۔

﴿الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ "بنی اسرائیل کے سردار"، ملاء سے مراد ان کے معززین اور اشرافیہ تھے، ملاء اسم جمع ہے، اسی لفظ سے اس کا واحد نہیں آتا، لغوی طور پر یہ "بھرنے" کے معنی میں ہے، اور اسی لغوی معنی کی مناسبت سے عربی زبان میں یہ اشرافیہ اور قوم کے معززین کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ عام طور پر عام لوگوں کے سینے ان کی ہیبت سے بھرے ہوتے ہیں۔

﴿مِنْ بَعْدِ مُوسَى﴾ "موسیٰ کے بعد"، یعنی موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد۔

﴿ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ "ہمارا ایک بادشاہ مقرر کر دیجیے تاکہ (اس کے جھنڈے تلے) ہم اللہ کے راستے میں جنگ کر سکیں"، امر کا جواب (**نُقَاتِلْ**) مجزوم ہے جو ان کی طرف سے قتال کی یقین دہانی

پر دلالت کرتا ہے کہ اگر ان کا بادشاہ بھیجا جائے تو وہ ضرور اللہ کے راستے میں لڑیں گے۔

﴿قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا﴾ "نبی نے کہا: کیا تم لوگوں سے یہ بات کچھ بعید ہے کہ جب تم پر جنگ فرض کی جائے تو تم نہ لڑو؟"، یعنی مجھے تم پر یہ خدشہ ہے کہ جب تم پر قتال فرض کر دیا جائے تو تم نہ لڑو، اس میں یہ دلالت پائی جاتی ہے کہ ان کے نبی کو ان کی طرف سے حکم عدولی اور قتال نہ کرنے کا خدشہ تھا۔

﴿أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا﴾ "ہمیں اپنے گھروں اور اپنے بچوں کے پاس سے نکال باہر کیا گیا ہے"، یعنی ہمیں اپنے گھروں سے بھگایا گیا اور اپنے بال بچوں سے ملنے نہیں دیا گیا جو نکل نہیں سکے تھے۔

﴿طَالُوتَ﴾ "طالوت"، یہ عجمی نام ہے اور معرَّب ہے، البتہ عجمہ اور علم ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے (یعنی اس پر کسرہ اور تنوین نہیں آتے)

﴿قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ﴾ "بھلا اس کو ہم پر بادشاہت کرنے کا حق کہاں سے آ گیا؟ ہم اس کے مقابلے میں بادشاہت کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور اس کو تو مالی وسعت بھی حاصل نہیں"، انھیں یہ بات عجیب لگی کہ طالوت ان کا بادشاہ ہو اور دلیل یہ دی کہ وہ شاہی خاندان سے نہیں اور مالدار بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بلیغ جواب دیا کہ:

1۔ان کو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے چن لیا ہے۔

2۔اللہ تعالیٰ نے ان کو سیاسی استحکام لانے کی صلاحیت دے کر ان کو علم اور فہم و فراست عطا کی ہے۔

3۔ان کو جسمانی طور پر بھی مضبوط اور طاقتور بنایا ہے، یوں وہ اس قابل ہیں کہ تمھارے دشمنوں کے ساتھ شدید لڑائی لڑ سکے اور حکمت و دانائی اور طاقت و قوت کے ساتھ تمھاری قیادت کر سکے۔ اور حکومت دینے کا اختیار پہلے

بھی اور بعد میں بھی اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جہاں چاہے اسے رکھ دے، وہی ہے کہ جس کو وہ چاہے بادشاہی عطا کر دے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ "اللہ نے ان کو تم پر فضیلت دے کر چنا ہے اور انھیں علم اور جسم میں (تم سے) زیادہ وسعت عطا کی ہے۔ اور اللہ اپنا ملک جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑی وسعت اور بڑا علم رکھنے والا ہے"، اس میں دو باتوں کو ملحوظ رکھا جائے:

ا۔ بے شک اللہ سبحانہ وتعالی نے بادشاہ کی صلاحیتوں میں مالداری کا ذکر نہیں کیا جیسا کہ وہ اس کو معتبر اور اہم سمجھتے تھے کیونکہ یہ ثانوی امور میں سے ہے اور حکومت وسیاست کے حوالے سے اس کو اولویت حاصل نہیں بلکہ اس کو جس کام کی ذمہ داری سونپ دی جائے اسی کی اہلیت کافی ہے، پس اگر ایسا شخص غریب اور نادار ہو تب بھی اس کو نااہل شخص پر مقدم کیا جائے گا جس کے اندر اس کام کی صلاحیت نہ ہو، خواہ وہ کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو۔

ب۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے علم کو جسم پر مقدم کیا کیونکہ کامیابی اور نجات کے کنارے تک کشتی حیات کو لے جانے میں اس کی اہمیت زیادہ ہے۔

﴿أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ﴾ "طالوت کی بادشاہت کی علامت یہ ہے کہ تمھارے پاس وہ صندوق (واپس) آجائے گا جس میں تمھارے پروردگار کی طرف سے سکینت کا سامان ہے اور موسیٰ اور ہارون نے جو اشیاء چھوڑی تھیں، ان میں سے کچھ باقی ماندہ چیزیں ہیں۔ اسے فرشتے اُٹھائے ہوئے لائیں گے"۔ اس صندوق سے متعلق کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی صحیح نصوص نہیں آئی ہیں، آیت کے سیاق اور زبان وادب سے جو سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ **﴿التَّابُوتُ﴾ "تابوت (صندوق)"**، ان کے ہاں ایک مقدس صندق تھا جس کی موجودگی سے ان کے دلوں میں

اطمینان پیدا ہوتا تھا اور وہ اپنے دشمن سے لڑنے سے نہیں گھبراتے اور اس صندوق میں موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے باقی ماندہ آثار محفوظ تھے۔

یہ صندوق گم ہو گیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی بازیابی کو طالوت کی صداقت پر دلیل بنایا کہ انہی کو اللہ تعالیٰ نے ان کے واسطے بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔

پھر اللہ کی نشانی پوری ہو گئی اور فرشتے وہ تابوت لے کر ان کے پاس حاضر ہوئے، تب انھوں نے اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی کہ طالوت کو ان پر بادشاہ بنایا گیا ہے، پھر وہ ان کے ہمراہ دشمن سے جنگ کے لیے چل پڑے۔

اسی طرح آیات میں بیان نہیں کیا گیا اور رسول اللہ ﷺ سے بھی اس بارے میں کوئی حدیث منقول نہیں کہ فرشتوں نے تابوت کو کس کیفیت سے حاضر کیا اور کیسے اس کو منتقل کر کے یا کہاں سے اٹھا لائے، اس لیے جتنا کچھ نص میں وارد ہوا ہے، ہم اس سے آگے غیر مستند روایات کی طرف نہیں بڑھ سکتے۔

﴿**التَّابُوتُ**﴾ **"تابوت (صندوق)"**، یہ التوب سے ہے یعنی رجوع، کیونکہ صندوق سے جو چیز نکال جائے وہ دوبارہ اس میں لوٹ کر جاتی ہے اور صندوق کا مالک اپنی ضروری اشیا کے لیے اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور اس کا وزن فَعلُوت ہے، اصل میں تَوبُوت تھا۔ پھر واؤ متحرک ہونے اور ما قبل کے مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدل گیا۔

اور (تابوت) قریش کی لغت ہے، اسی لغت میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے قرآن لکھا گیا۔ انصار اس کو (تابوہ) ہاء کے ساتھ بولتے تھے۔ اسی کے بارے میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ مصحف میں اس کو ہاء کے ساتھ لکھنا جائز ہے؟ تو عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو سمجھایا کہ اس کو اسی طرح ہی رہنے دیا جائے جیسا کہ یہ قریش کی لغت کے مطابق قرآن کے اوراق میں لکھا گیا ہے۔ انصار کی لغت یا تلفظ کے مطابق اس کا وزن فاعول بنتا ہے، جیسا کہ علامہ زمخشری نے کہا ہے، وہ کہتے ہیں: إن (فاعولا) قليل الاستعمال،

والأشهر لغة قريش على وزن فعلوت من التوب وهو الرجوع "فاعول کاوزن کم استعمال ہوتا ہے، زیادہ مشہور قریش کی لغت ہے جو فعلوت کے وزن پر ہے، وہ توب بمعنی رجوع سے ہے"۔

فہرست

اسلامی امت قرآن مجید کو جلانے سے روکنے کے لیے اپنے فوجی کمانڈروں کی طرف دیکھ رہی ہے

محمد سلجوق، پاکستان

شدید عوامی ردعمل کے بعد، پاکستان کے وزیر اعظم شہباز شریف نے 7 جولائی 2023 کو قرآن پاک کی حرمت کو برقرار رکھنے اور سویڈن میں اس کی بے حرمتی کے حالیہ واقعے کے خلاف مظاہرے کرنے کے لیے ملک گیر احتجاج کی کال دی۔ سویڈش حکام نے ایک بار پھر ریڈ لائن کراس کی جب انہوں نے 28 جون 2023، عیدالاضحیٰ کے بابرکت دن پر قرآن پاک کو جلانے کی اجازت دی۔ جرمن ڈی ڈبلیو اخبار نے رپورٹ کیا کہ سویڈن کی عدالت کی جانب سے اجازت دینے کے بعد بدھ کے روز اسٹاک ہوم کی مرکزی مسجد کے باہر دو افراد نے کھڑے ہو کر قرآن مجید کو نذر آتش کیا۔ یہ پہلا موقع نہیں ہے کہ سویڈن میں مقدس قرآن کو جلایا گیا ہو۔ اس سال کے شروع میں، ایک انتہائی دائیں بازو کے سویڈش سیاست دان اور اسلام مخالف اشتعال انگیزی کرنے والے راسموس پالوڈن (Rasmus Paludan) نے سویڈن کی حکومت کی حفاظت میں سویڈن میں ترکی کے سفارت خانے کے سامنے نوبل قرآن کو نذر آتش کیا تھا۔

سویڈن اور مغرب کی طرف سے آنے والے سرکاری ردعمل ایک متوقع ردعمل تھا، جس کے مطابق:
قرآن مجید کو جلانا آزادی اظہار ہے اور اس لیے مسلمانوں کے غصے کے پیش نظر ان مغربی اقدار کی حفاظت کی جائے گی۔ صلیبی اتحاد، نیٹو کے سربراہ، سیکرٹری جنرل جینز سٹولٹن برگ نے 29 جون 2023 کو کہا کہ وہ سویڈن میں قرآن کے نسخے کو جلانے سے پیدا ہونے والے جذبات کو سمجھتے ہیں لیکن سویڈن کے نیٹو کے ساتھ الحاق پر سمجھوتہ کرنے پر زور دیتے ہیں۔

مسلمانوں کی سرزمینوں پر بیٹھے بزدل، بے حس اور ایجنٹ حکمرانوں کے رد عمل کا نہ پہلے اور نہ اب یورپی صلیبیوں پر کوئی اثر ہوا۔ مسلم دنیا کے حکمرانوں کی طرف سے جاری کی جانے والی نیم دل اور بے معنی مذمت محض ایک معمول ہے، اور ان بیانات کو امت اسلامیہ بھی سنجیدگی سے نہیں لیتی۔ مسلمانوں کو ان حکمرانوں اور نام نہاد عالمی برادری اور اس کے اداروں جیسے اقوام متحدہ اور انسانی حقوق کی تنظیموں سے کوئی امید نہیں۔ یہ درحقیقت اسلامی عقیدہ پر لعن طعن اور اس کو بدنام کرنے کی مہم کو تحفظ فراہم کر رہے ہیں اور مسلمانوں کی سرزمینوں پر وحشیانہ مغربی قبضے اور استحصال کو قانونی تحفظ فراہم کر رہے ہیں۔

امت کی امیدوں کا مرکز مسلم افواج ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کی ڈھال خلافت کے قیام کے لیے متحرک ہو کر گھنٹوں میں اسلام اور امت کے حق میں حالات کو تبدیل کر سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ» "بے شک امام (خلیفہ) ایک ڈھال ہے، جس کے پیچھے تم لڑتے ہو اور جس کے ذریعے تمہاری حفاظت ہوتی ہے"** (مسلم)۔

امت اسلامیہ اپنے فوجی کمانڈروں میں سعد بن معاذؓ کو تلاش کر رہی ہے جو اٹھے اور اسلام کی ڈھال یعنی خلافت قائم کرے جو ہمارے عقیدہ کی بے حرمتی کا بدلہ لے اور مغرب سے ہماری سیاسی اور اقتصادی محکومی کا خاتمہ کرے۔ خلافت کے قیام کا محض اعلان ہی ان بزدل کفار کو چھپنے پر مجبور کر دے گا۔ ہم پاکستان کی مسلح افواج میں اپنے بھائیوں کے غصے کو اسلامی سرزمین کی دیگر افواج کی طرح محسوس کر سکتے ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ اس غصے اور توانائی کو خلافت کے قیام کے لیے نصرۃ دے کر عملی اقدام میں بدل دیا جائے۔

اے افواج پاکستان کے مخلص فوجی افسران! اپنے آپ کو ان ایجنٹ حکمرانوں کی زنجیروں سے آزاد کریں اور اس عظیم دین کو اقتدار اور حکمرانی میں بلند کرنے کے راستے سے ہٹانے کے لیے روند دیں۔ امت انتظار کر رہی ہے کہ اگر آپ اسلامی عقیدہ کے تحفظ کے لیے حرکت میں آتے ہیں تو وہ آپ کی اپنی تمام تر مادی وسائل مدد اور جذباتی حمایت کرے گے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر اللہ عزوجل کے نصر کا انتظار ہے اور ہمارے خالق کے سامنے کون کھڑا ہو سکتا ہے؟

کفار نے تمام سرخ لکیریں پار کر لی ہیں اور معاملہ اسلامی مقدسات کی کھلم کھلا بے حرمتی، جیسے ہمارے پیارے نبی ﷺ کے کارٹون اور مغربی حکومتوں کی سرپرستی میں قرآن مجید کو جلانے تک پہنچ گیا ہے۔ آپ کو مزید کون سی سرخ لکیر پار ہونے کا انتظار ہے کہ آپ اسلامی عقیدہ اور امت کے تحفظ کے لیے متحرک ہو جائیں؟

درحقیقت مقدسات کے دفاع کے لیے فوجی ردعمل کی ضرورت ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا، **وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ "اور اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعنے کرنے لگیں تو ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو (یہ بے ایمان لوگ ہیں اور) ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ عجب نہیں کہ (اپنی حرکات سے) باز آجائیں۔"** (التوبۃ، 9:12)۔ طبری نے کہا، وقدحوا في دينكم الإسلام "اور انہوں نے آپ کے دین اسلام کو گالیاں دیں۔" ابن کثیر نے کہا، من طعن في دين الإسلام أو ذكره بتنقص "جس نے دین اسلام کو بدنام کیا یا اس کی توہین کی ہے۔" امام القرطبیؒ نے فرمایا، بالاستنقاص والحرب وغير ذلك "بے عزتی کرنے پر جنگ یا اس قسم کا کوئی اور عمل"۔

کافر مغرب نے ایک نظریاتی موقف اختیار کیا ہے جو اسلام کے حوالے ان کی تاریخی نفرت اور احساس کمتری سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ تہذیبوں کا تصادم ہے، اور اس تصادم کو ایجنٹ مسلم دنیا کے حکمرانوں کے بیہودہ بیانات اور نمائشی اقدامات سے نہیں جیتا جا سکتا۔ اسلام کو اپنے دفاع اور اسلام کی روشنی کو دنیا میں پھیلانے کے لیے ایک ریاست کی ضرورت ہے۔ آگے آئیں اور نبوت کے نقش قدم پر خلافت کے دوبارہ قیام کے لیے حزب التحریر کو اپنی نصرت فراہم کریں جو خلیفہ عبدالحمید ثانی کی طرز پر عقیدہ کی بے حرمتی کا مقابلہ اور منہ توڑ جواب دے گی۔ خلیفہ عبدالحمید کی جانب سے فرانس اور برطانیہ کے خلاف جہاد کی محض دھمکی نے فرانس اور برطانیہ کی حکومتوں کو گستاخانہ تھیٹر ڈرامے کو ترک کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

فہرست

پاکستان اور افغانستان کے سرحدی علاقے میں سیکورٹی کا مسئلہ اور اسلام اسے کیسے حل کرے گا؟

انجنئیر معیز، پاکستان

پاکستان کی عسکری اور سیاسی قیادت واضح طور پر افغانستان کے ساتھ اپنی مغربی سرحد کی صورتحال پر پریشانی کا شکار ہے۔ سلامتی کا یہ بحران اسٹریٹجک وژن کیلئے امریکہ کے آگے گھٹنے ٹیکنے کا نتیجہ ہے۔ مغرب والوں نے اس بحران کی وجہ کی غلط تشخیص کی ہے، کیونکہ وہ مسلمانوں کا صحیح طور پر اندازہ نہیں لگا پاتے۔ جب تک مسلمان سلامتی کے اس بحران سے نمٹنے کے لیے اسلام کی طرف واپس نہیں پلٹ آتے، پاکستان اور افغانستان خطرے میں گھرے رہیں گے۔

اسٹریٹجک ویژن اہمیت رکھتا ہے

امریکہ اور بھارت نے بھارت کو ایک صنعتی مرکز بنانے کے لیے مشترکہ شراکت داری کا اعلان کیا ہے۔ امریکہ پاکستان کو اندرونی انسدادِ دہشت گردی کی کارروائیاں جاری رکھنے کی ترغیب دے رہا ہے۔ بھارت کا ویژن بھارت کا اپنا نہیں بلکہ امریکہ کا ویژن ہے۔ اسی طرح خطے کے لیے پاکستان کی اختیار کردہ پالیسی بھی امریکہ ہی کی دین ہے۔ افغانستان، پاکستان کے خطے کی کسی بھی بحث کو خطے کے لیے ہمارے اپنے اور دوسری طاقت کے اسٹریٹجک وژن سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اسٹریٹجک وژن عالمی ہونا چاہیے۔ مشرف غلط تھا! 'سب سے پہلے پاکستان' اور ترقی اور خوشحالی کے بدلے مغرب کی غلامی کے تصور نے پاکستان کے اسٹریٹیجک اثر و رسوخ اور معیشت کو تباہ کر دیا ہے۔ افغانستان پاکستان کے سرحدی علاقے کی جغرافیائی سیاست بڑی طاقتوں اور خطے کے لیے ان کی پالیسیوں کے درمیان مسابقت سے تشکیل پائی ہے۔ یہ پالیسی پہلے روس اور برطانیہ، پھر سوویت یونین اور امریکہ کے درمیان مسابقت کے نتیجے میں تشکیل پائی۔ اس کے بعد جب امریکہ اکیلا سپر پاور رہ گیا، تو اس نے اس خطے سمیت پوری مسلم دنیا

کے لیے اپنی پالیسی دی۔ خطے کے لیے ہمارے اپنے اسٹریٹجک وژن کی عدم موجودگی میں بیرونی طاقتیں ہی خطے کی تقدیر کو تشکیل دیتی رہیں گی۔

پاکستانی ریاست بمقابلہ پشتون عسکریت پسند! لڑائی کس بات پر ہے؟

افغانستان پر امریکی قبضے کے بعد، امریکہ کی طرف سے پاکستانی ریاست کو حکم دیا گیا کہ وہ پاکستان کے قبائلی علاقوں میں پشتون مسلمانوں کو افغانستان میں جہاد کرنے اور امریکہ کے خلاف افغان طالبان کی مزاحمت کی حمایت کرنے سے روکے۔ امریکہ نے جہادی نظریے کو خطے میں اپنے مفادات کے لیے خطرہ سمجھا اور پاکستان کو اس پالیسی (افغانستان میں امریکی حمایت سے سوویت یونین کے خلاف جہاد کی حمایت) کو واپس لینے کا حکم دیا۔ بھارت میں لڑنے والے جہادی گروہوں کے خلاف کریک ڈاؤن کا بھی حکم دیا گیا۔ اس کے نتیجے میں پشتون قبائل اور پاکستانی ریاست کے درمیان تصادم ہوا۔ اس تصادم کے لیے پاکستانی فوج کو قبائلی علاقوں میں داخل ہونے اور وہاں چھاؤنیاں قائم کرنے کی ضرورت تھی۔ ٹی ٹی پی 2007 میں عسکریت پسند کمانڈر بیت اللہ محسود کی طرف سے قبائلی علاقوں میں پاکستانی فوج کے داخل ہونے کے براہِ راست ردعمل کے طور پر قائم ہوئی تھی۔

پاکستان کی فوج اور پشتون عسکریت پسندوں کے درمیان لڑائی نے قبائلی علاقے میں سماجی اور طاقت کے ڈھانچے کو تباہ کر دیا۔ قبائل اور ان کے رہنماؤں پر پاکستانی ریاست یا عسکریت پسندوں میں سے کسی ایک کا ساتھ دینے کے لیے دباؤ ڈالا گیا۔ اس تصادم نے خطے میں پرانے حفاظتی نظام کو تباہ کر دیا۔ تاریخی طور پر پاکستانی ریاست کا مغربی سرحد پر سیکورٹی کو یقینی بنانے کا طریقہ کار یہ تھا کہ سرحدی قبائل کو ڈیورنڈ لائن کے آر پار آنے جانے کی اجازت دی جائے، انہیں ہتھیار لے جانے کی اجازت تھی اور انہیں پاکستانی ریاست کی انٹیلی جنس اور لاجسٹک سپورٹ کے ساتھ بارڈر سیکورٹی فورسز کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ "دہشت گردی" کے خلاف جنگ نے خطے میں اس پرانے حفاظتی ڈھانچے کو تباہ کر دیا۔ اب پاکستانی ریاست اور پشتون عسکریت پسندوں کے درمیان لڑائی اس نئے سیکورٹی ڈھانچے پر ہو رہی ہے۔ خطے میں حفاظتی نظام پر اختلاف کی وجہ سے دونوں فریق ایک دوسرے پر حملے کر رہے ہیں۔

پاکستانی فوج قبائلی علاقوں میں اپنی مستقل موجودگی برقرار رکھنا چاہتی ہے۔ امریکہ نے پاکستان کو افغان طالبان اور کابل میں نئی حکومت کو سنبھالنے کا حکم دیا ہوا ہے۔ اس کام کو پورا کرنے کے لیے پاکستانی ریاست قبائلی علاقوں میں فوجی چھاؤنیوں اور قانون نافذ کرنے والے مضبوط ڈھانچوں کی زیادہ فعال موجودگی کو ناگزیر سمجھتی ہے۔ پاکستانی حکمران قبائلی علاقوں اور وسیع تر افغان مسئلے کو عالمی برادری سے جڑے رہنے کا موقع سمجھتے ہیں۔ وہ عسکریت پسندی کے خلاف کارروائیوں اور مہمات کو امریکہ اور مغرب سے اُن کے جیو پولیٹیکل اہداف کو حاصل کرنے کے عوض ڈالر حاصل کرنے کے ایک موقع کے طور پر دیکھتے ہیں۔ پچھلی صدی کی ستر اور اسّی کی دہائیوں کے دوران، پاکستان کی فوجی اسٹیبلشمنٹ، خاص طور پر 1971ء میں اپنی شکست اور مئی 1974ء میں بھارت کے جوہری تجربے کے بعد، بھارت کی دفاعی صلاحیتوں کے حوالے سے بہت زیادہ پریشان تھی۔ یہ پریشانی افغانستان تک پھیل گئی جہاں پاکستان بھارتی اثر و رسوخ کو افغانستان سے دور رکھنا چاہتا تھا اور افغانستان کو اسٹریٹجک بیک یارڈ (backyard) کے طور پر استعمال کرنا چاہتا تھا۔ یہ پاکستان کے فوجی حکمرانوں کے مقاصد میں سے ایک ہے۔ پاکستانی فوجی اسٹیبلشمنٹ نے سیاسی بحران کے حل کے لیے مغربی نقطہ نظر اپنایا ہوا ہے۔

مغرب ایک لمبے عرصے سے اس غلطی پر ہے کہ اسلامی سرزمینوں میں عسکریت پسندی کی وجہ ان علاقوں کی کمزور سماجی واقتصادی ترقی ہے۔ وہ اپنے تجزیے کے ثبوت کے طور پر طالبان کے دیہی تحریک ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جبکہ اسلامی سرزمینوں میں عسکریت پسندی بنیادی طور پر مغربی استعمار اور مسلم دنیا میں اس کے اثر ورسوخ کا ردعمل تھا۔ مذکورہ بالا تشخیص کی بنیاد پر پاکستانی فوج نے پاکستانی ریاست کی زبردست طاقت کو استعمال کیا تاکہ فاٹا کی خصوصی حیثیت کو ختم کیا جاسکے اور پاکستانی ریاست کی رٹ کو قبائلی علاقوں تک بڑھایا جاسکے۔ یہ تصور کیا گیا تھا کہ خصوصی اقتصادی مراعات ملنے اور اعلی سطح کی باا‌ثر سیاست میں شمولیت سے خطے میں عسکریت پسندی کا مسئلہ ختم ہو جائے گا۔ پاکستانی ریاست نے فاٹا کے علاقے میں دہشت گردی کے خلاف جنگ سے پہلے کے حفاظتی نظام پر واپس جانے کی کوشش کی۔ تاہم قبائل اور عسکریت پسند خطے میں پاکستانی فوج کی موجودگی سے سخت ناراض ہیں۔ پشتون

عسکریت پسند فاٹا کی خیبر پختونخوا میں شمولیت کی واپسی چاہتے ہیں اور اپنے لیے اور قبائل کے لیے خود مختاری کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ پشتون قبائل کا ایک بڑا اور اہم مطالبہ ڈیورنڈ لائن کو کھولنا اور سرحدی باڑ ہٹانا ہے۔ اس کا براہِ راست اثر خطے کی معیشت اور سرحدی علاقوں میں سماجی اور سیاسی انتظامات پر پڑتا ہے۔

ناجائز سیکولر ریاست کبھی بھی مسلمانوں کے دل و دماغ نہیں جیت سکتی

پاکستانی ریاست کی نوعیت اور اس کی غیر قانونی حیثیت پاکستانی معاشرے میں ایک بہت وسیع بحث ہے۔ پاکستان کو سیکولر ریاست ہونا چاہیے یا اسلامی ریاست، یہ موضوع پاکستان میں فکری گفتگو کا محور رہا ہے۔ امریکہ کے ساتھ پاکستان کے اتحاد اور مغربی طاقتوں کے ساتھ اتحاد کی پاکستانی خارجہ پالیسی کی حمایت کرنے سے پشتون قبائل کے انکار کے نتیجے میں پاکستانی ریاست اور قبائل کے درمیان تصادم ہوا۔ پشتون عسکریت پسندی عملاً پاکستان کی خارجہ پالیسی کے خلاف بغاوت تھی۔ پاکستانی ریاست کا یہ دعویٰ کہ صرف وہ ہی ہتھیار رکھنے اور استعمال کرنے کا حق رکھتی ہے اور قبائل سے اُس کی اس اجارہ داری کو قبول کرنے کا مطالبہ کرنا، درحقیقت قبائل کو خود مختاری دینے، ہتھیار رکھنے اور اپنی زمینوں کو محفوظ رکھنے کی ریاست کی اپنی ہی پچاس سالہ پالیسی کے خلاف چلا گیا تھا۔ قبائل نے درست طور پر یہ بھانپ لیا کہ پاکستانی ریاست کے رویے میں اس اچانک تبدیلی کے پیچھے غیر ملکی طاقتوں کا ہاتھ ہے۔

نام نہاد "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کے دوران، امریکہ کی حوصلہ افزائی سے، پوری پاکستانی ریاست کو عسکریت پسندی سے لڑنے کے لیے دوبارہ تشکیل دیا گیا۔ انسدادِ دہشت گردی کی عدالتیں، نیکٹا (NACTA)، پاک فوج کے فوجی نظریے میں تبدیلی، انسدادِ دہشت گردی کے پولیس یونٹس کا قیام، فوجی عدالتوں کا قیام، تعلیمی نصاب میں تبدیلی، مدارس میں اصلاحات اور نیشنل ایکشن پلان کی تشکیل نے ریاست کی صورت ایسی کر دی جسے قبائلی علاقوں میں بہت سے لوگوں نے جابرانہ اور ناجائز سمجھا۔

پشتون تحفظ موومنٹ کے سر اٹھانے نے پشتون قبائل کے غصے کو غیر متشدد سیاسی سرگرمی کی طرف موڑ دیا اور علاقے میں فوج کی پالیسیوں کے خلاف اپنی ناراضگی کا اظہار کیا گیا۔ اس طرح اس علاقے میں ریاست کی رِٹ کے قیام

کے مطالبے کو ایک ناجائز ریاست کے مطالبے کے طور پر دیکھا جاتا ہے جو قبائل پر اپنی طاقت اور اثر و رسوخ کو وسعت دے کر انہیں اپنے تابع کرنے کے لیے مجبور کرتی ہے۔ پشتون قبائل اسلام اور جہاد سے محبت کرتے ہیں۔ پاکستانی ریاست کو سیکولر اور غیر اسلامی، اسلام اور مسلمانوں کے دشمن امریکہ کے ساتھ کھڑا ہوا دیکھا جاتا ہے۔ اس طرح عسکریت پسندوں نے سیکولر ریاست کی قانونی حیثیت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ پاکستان میں علمائے کرام عسکریت پسندوں کو یہ باور کرانے میں ناکام رہے ہیں کہ پاکستانی ریاست ایک اسلامی ریاست ہے جس سے وفاداری کرنا لازم ہے۔ تاہم علماء نے عسکریت پسندوں کی جانب سے معصوم مسلمانوں اور سیکورٹی عملے پر حملوں کی مذمت کی ہے۔ عسکریت پسندوں کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک اسلامی ریاست کے قیام کے لیے لڑ رہے ہیں۔ اگرچہ یہ ایک غیر سنجیدہ دلیل نظر آتی ہے کیونکہ ان کے سیاسی مطالبات میں پاکستان میں اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ شامل نہیں ہے، لیکن انہوں نے اسے پروپیگنڈے کے مقاصد کے لیے اور پاکستانی ریاست کی قانونی حیثیت کو مسترد کرنے کے لیے استعمال کیا ہے جسے وہ غیر اسلامی سمجھتے ہیں۔ قبائل پاکستانی ریاست کی بارڈر پر سختی سے عملدرآمد کی پالیسی کی شدید مخالفت کرتے رہے ہیں کیونکہ اس کا براہِ راست اثر ان کی معیشت اور معاش پر پڑا ہے۔ وہ ڈیورنڈ لائن کو ناجائز اور قبائل کی طاقت کو تقسیم کرنے کی کوشش کے طور پر دیکھتے ہیں۔

افغان طالبان سے تعلق

افغان طالبان فعال طور پر ٹی ٹی پی کی حمایت نہیں کر رہے ہیں لیکن افغانستان میں اُن کے ٹھکانوں کو نشانہ بنانے سے انکار کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں اگر پاکستان اور امریکہ سرحدی علاقوں میں عسکریت پسندی کو کچلنے میں کامیاب نہیں ہوئے تو افغان طالبان بھی ایسی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ افغان طالبان سرحدی علاقوں میں عسکریت پسندی کے خلاف بڑے پیمانے پر فوجی آپریشن کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ افغان طالبان کا خیال ہے کہ اگر وہ جہادی ساتھیوں کے خلاف کارروائی کرتے ہیں تو طالبان کے جہادی ہونے کی قانونی حیثیت کو نقصان پہنچے گا۔ انہیں خدشہ ہے کہ اگر وہ افغانستان میں ٹی ٹی پی کے ٹھکانوں کے خلاف کریک ڈاؤن کرتے ہیں تو اپنی صفوں کے اندر اُن کی قانونی حیثیت ختم ہو جائے گی۔

طالبان کی زیر قیادت افغان حکومت خود ہی "خراسان میں اسلامی ریاست" کی جانب سے قبول کردہ مسلسل بمباری کی ایک لہر کی زد میں آچکی ہے۔ انہیں خدشہ ہے کہ ٹی ٹی پی کے خلاف کوئی بھی فوجی کارروائی درحقیقت ٹی ٹی پی کے عناصر کو "خراسان میں اسلامی ریاست" کی صفوں میں شامل ہونے کی ترغیب دے سکتی ہے یا وہ خود کابل کی حکومت پر اپنی بندوقیں تان سکتے ہیں۔ لہٰذا افغان طالبان یہ سمجھتے ہیں کہ اگر سمجھداری سے نہیں نمٹا گیا تو، مشرقی افغانستان میں عسکریت پسندی کا خطرہ، افغان طالبان مخالف محاذ میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ افغان طالبان پاکستان اور افغانستان کے درمیان سرحد کو نرم کرنا چاہتے ہیں۔ سرحدی علاقوں میں ٹی ٹی پی کا خطرہ اور ٹی ٹی پی کے خلاف پاکستانی فوج کی فوجی کارروائیاں ڈیورنڈ لائن کو نرم سرحد بنانے کے ان کے ہدف کو مزید مشکل بنا دیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بغیر کسی قیمت کے ٹی ٹی پی کے خطرے کو حل کرنے میں پاکستان کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی نظر میں ایسا کرنے کا بہترین طریقہ پاکستانی حکام اور ٹی ٹی پی کے درمیان مذاکرات میں سہولت فراہم کرنا ہے، جس کی انہوں نے سہولت کاری کرنے کی کوشش کی لیکن اس کے خاطر خواہ نتائج نہیں نکلے۔

اسلامی حل، خلافت سرحدی علاقوں میں سیکورٹی کے بحران سے کیسے نمٹے گی

مسلمانوں کے درمیان جنگ ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا" اور جو شخص مسلمان کو قصداً مار ڈالے گا تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا اور اللہ اس پر غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور ایسے شخص کے لئے اس (سبحانہ و تعالیٰ) نے بڑا (سخت) عذاب تیار کر رکھا ہے"** (النساء، 4:93)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ "مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے"** (بخاری و مسلم)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ "جب دو مسلمان لڑائی میں آمنے سامنے ہوں اور ایک دوسرے کو قتل کر دے تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں ہیں"**۔ صحابہؓ نے پوچھا، يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ

الْمَقْتُولِ"اے اللہ کے رسول ﷺ، یہ قاتل ہے۔ لیکن اُس غریب کا کیا ہو گا جو مارا گیا ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا، **إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ"وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا"** (بخاری)۔

یہ صرف خلافت ہی ہو گی جو پاکستان کی مغربی سرحدوں پر سلامتی اور خوشحالی کی ضمانت دے گی۔ خلافت ڈیورنڈ لائن کو ہمیشہ کیلئے مٹا دے گی۔ یہ سرحدی قبائل اور ان کی سیاست کو ایک انتظامی اکائی کے طور پر سنبھالے گی۔ ڈیورنڈ لائن کے دونوں طرف کے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ وہ امتِ مسلمہ کا حصہ ہیں۔ ان کے معاملات کو مصنوعی سرحدوں کے ذریعے تقسیم نہیں کیا جانا چاہیے۔ خلافت، قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ سے اخذ کردہ قوانین کو نافذ کر کے قبائلی عمائدین اور فوجی کمانڈروں کی اطاعت حاصل کرے گی۔ صرف ایک جائز اسلامی اتھارٹی ہی قبائلی علاقوں میں اپنی رٹ قائم کر سکتی ہے۔ خلافت ایک ایسا حفاظتی انتظام قائم کرے گی جس میں قبائل بھی شامل ہوں گے۔ قبائل کی فوجی طاقت، اسلام کے غلبے کو مزید آگے بڑھائے گی۔ یہ پشتون قبائل ہی تھے جنہوں نے آزاد کشمیر کو آزاد کرانے، سوویت روس کو پسپا کرنے اور استعماری امریکہ کو نکالنے میں مدد کی۔ یہ خلافت ہی ہے جو مؤثر طریقے سے قبائلی جنگجوؤں اور مسلح افواج کو کفار کے خلاف ایک قوت وطاقت کے طور پر متحرک کرے گی۔ خلافت پاکستان، افغانستان اور وسطی ایشیا کو ایک ریاست کے طور پر یکجا کرے گی اور ان کی معیشتوں کو مربوط کرے گی۔ یہ ان علاقوں کے وسائل کو یکجا کرے گی تاکہ اسے پورے خطے کے مسلمانوں پر خرچ کیا جا سکے۔ اس سے معاشی خوشحالی آئے گی اور ان زمینوں سے غربت کا خاتمہ ہو گا۔ آخر میں اور اہم بات یہ ہے کہ ریاستِ خلافت کے قیام کا طریقہ جہاد نہیں ہے بلکہ اہلِ طاقت سے نصرت حاصل کرنا ہے۔ یہ پاکستان کی مسلح افواج پر منحصر ہے کہ وہ حزب التحریر کو نصرت فراہم کریں تاکہ وہ پاکستان اور افغانستان کو اس فضول تصادم سے نکال سکے۔

فہرست

نصرۃ دینے والوں کا شرف اور فضیلت

الواعی میگزین شمارہ 258-259 سے ترجمہ

قرآنِ کریم میں:

انصار کی فضیلت کیلئے یہ شرف کافی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآنِ کریم میں ان کا ذکر کیا اور ان کے ایسے اوصاف بیان کیے جو ہر مسلمان کے لیے قابل رشک ہیں۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا کہ انصار ((السَابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن)) میں سے ہیں اور حکم دیا ہے کہ ان کے نقشِ قدم پر بطریقِ احسن چلا جائے۔ وہ اللہ سبحانہ تعالیٰ سے راضی ہیں اور اللہ ان سے راضی ہے ((رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ))۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت کے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں... جس کی مسرت اور خوشیاں لازوال ہیں۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا: **(وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ)** "دعوت ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت حاصل کرنے والے وہ مہاجرین (جنہوں نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی) اور انصار (مدینہ کے وہ لوگ جنہوں نے مہاجرین کی مدد و اعانت کی)، نیز وہ جنہوں نے ان کی مکمل پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، اللہ نے ان کیلئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہو نگی، اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ عظیم الشان کامیابی ہے۔" (سورۃ التوبۃ: 100)۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں مزید فرمایا: **(لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ)** "اللہ نے معاف کر دیا ہے نبی کو اور ان مہاجرین و انصار کو جنہوں نے بڑی تنگی کے وقت میں (غزوہ تبوک کے وقت) نبی کا ساتھ دیا" (سورۃ التوبۃ: 117)۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ دین کے انصار (مددگار) بنیں، تاکہ اللہ ان سے راضی ہو: (يَاأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ فَآمَنَتْ طَائِفَةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَتْ طَائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ ءَامَنُوا عَلَى عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ) **"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کے انصار (مددگار) بنو، جس طرح عیسیٰ ابن مریمؑ نے اپنے حواریوں کو خطاب کرکے کہا تھا: کون ہیں دین کی راہ میں میرے انصار؟۔ حواریوں نے جواب دیا: ہم ہیں اللہ کے انصار۔ پس بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لایا اور دوسرے گروہ نے انکار کر دیا۔ پھر ہم نے ایمان لانے والوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں طاقت دی اور وہ غالب آ گئے"** (سورۃ الصف: 14)۔

رسول اللہ ﷺ کی سنت میں انصار کے فضائل کا بیان:

بیعتِ عقبہ ثانیہ سے متعلق سیرت کی کتابوں میں درج ہے: **فَمَا لَنَا بِذَلِكَ يَا رَسُولَ اللّهِ إِنْ نَحْنُ وَفَّيْنَا (بِذَلِكَ) قَالَ الْجَنّةُ. قَالُوا: ابْسُطْ يَدَك. فَبَسَطَ يَدَهُ فَبَايَعُوهُ** **"انہوں (انصار) نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! اگر ہم اپنے عہد پر پورا اتریں تو ہمارے لئے کیا اجر ہے؟" رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: جنت۔ انھوں نے کہا: ہمارا ہاتھ تھامئے (یارسول اللہ ﷺ)۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان کا ہاتھ تھام لیا اور انھوں نے بیعت کی"**۔ جبکہ اس کے مقابلے میں وہ اہل قوت، جن پر آج نُصرۃ دینے کی ذمہ داری ہے وہ ابھی تک ان حکمرانوں کی اطاعت کر رہے ہیں جو درحقیقت امت سے قوت چھین کر ان کی گردنوں پر مسلط ہیں۔ حالانکہ ان پر فرض ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے مقابلے میں ایجنٹ حکمرانوں کی اطاعت نہ کریں۔ بخاری و مسلم انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«آيَةُ الإِيمَانِ حُبُّ الأَنْصَارِ، وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الأَنْصَارِ»** **"انصار کی محبت ایمان اور انصار سے نفرت نفاق کی نشانی ہے"**۔ ترمذی نے براء بن عازب سے روایت کیا ہے جو کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، جب رسول اللہ ﷺ انصار کے متعلق فرما رہے تھے: **«لا يُحِبُّهُمْ إِلا مُؤْمِنٌ، وَلا يَبْغَضُهُمْ إِلا مُنَافِقٌ، مَنْ أَحَبَّهُمْ فَأَحَبَّهُ اللَّهُ، وَمَنْ**

أَبْغَضَهُمْ فَأَبْغَضَهُ اللَّهُ» "کوئی ان (انصار) سے محبت نہیں کرتا سوائے مؤمن کے، اور کوئی ان سے نفرت نہیں کرتا سوائے منافق کے۔ جس نے ان (انصار) سے محبت کی، اس نے اللہ سے محبت کی۔ اور جس نے ان سے نفرت کی اس نے اللہ سے نفرت کی"۔ بخاری نے انس سے روایت کیا ہے: «رَأَى النَّبِيُّ (صلى الله عليه وآله وسلم) النِّسَاءَ وَالصِّبْيَانَ مُقْبِلِينَ، قَالَ: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ مِنْ عُرُسٍ، فَقَامَ النَّبِيُّ (صلى الله عليه وآله وسلم) مُمْثِلاً فَقَالَ: اللَّهُمَّ أَنْتُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ، قَالَهَا ثَلاَثَ مِرَارٍ» "نبی ﷺ نے (انصار کی) عورتوں اور بچوں کو سامنے سے آتے دیکھا [ذیلی راوی کہتا ہے کہ اس کا خیال ہے کہ انس نے کہا کہ وہ کسی شادی سے واپس آرہے تھے]۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور تین بار فرمایا: اللہ کی قسم تم میرے سب سے محبوب لوگوں میں سے ہو"۔ بخاری نے ایک اور حدیث انس سے روایت کی، جو کہتے ہیں: «جَاءَتْ امْرَأَةٌ مِنْ الأَنْصَارِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ (صلى الله عليه وآله وسلم) وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَهَا، فَكَلَّمَهَا رَسُولُ اللَّهِ (صلى الله عليه وآله وسلم) فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّكُمْ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ، مَرَّتَيْنِ» "انصار کی ایک عورت اپنے بچے سمیت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور آپ ﷺ سے بات کی، پس آپ ﷺ نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم (انصار) تمام لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو۔ آپ ﷺ نے دو مرتبہ یہ فرمایا"۔ مسلم نے ابنِ عباس سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے انصار کے متعلق فرمایا: «إِنَّ الأَنْصَارَ كَرِشِي وَعَيْبَتِي، وَإِنَّ النَّاسَ سَيَكْثُرُونَ وَيَقِلُّونَ، فَاقْبَلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَاعْفُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ» "انصار میری رگوں کی طرح ہیں (یعنی یہ میرے اعتماد کے لوگ ہیں)۔ لوگ تعداد میں بڑھتے رہیں گے جبکہ انصار گھٹتے جائیں گے۔ پس انصار سے قبول کرو جو اچھے اعمال وہ کریں اور ان کی غلطیوں سے درگزر کرو"۔ ابن عباس سے مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے متعلق فرمایا: «لا يُبْغِضُ الأَنْصَارَ رَجُلٌ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ» "ایسا کوئی شخص نہیں جو اللہ اور روزِ جزا پر ایمان رکھتا ہو اور وہ انصار سے نفرت کرے"۔ بخاری نے امر بن مرّہ سے روایت کیا، جو کہتے ہیں: «سَمِعْتُ أَبَا حَمْزَةَ، رَجُلاً مِنْ الأَنْصَارِ، قَالَتْ الأَنْصَارُ: إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ أَتْبَاعًا وَإِنَّا قَدْ اتَّبَعْنَاكَ، فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ أَتْبَاعَنَا مِنَّا، قَالَ النَّبِيُّ (صلى الله عليه وآله وسلم): اللَّهُمَّ اجْعَلْ أَتْبَاعَهُمْ مِنْهُمْ» "میں نے ابو حمزہ، جو کہ ایک انصاری تھے، کو یہ بیان کرتے سنا:۔ "انصار نے

رسول اللہ ﷺ سے کہا: ہر قوم کی اتباع کرنے والے ہوتے ہیں اور ہم نے آپ کی اتباع کی، پس یا رسول اللہ ﷺ ! آپ اللہ سے دعا کریں کہ جو لوگ ہماری اتباع کریں انہیں ہمارا حصہ بنادے، رسول اللہ ﷺ نے کہا: "یا اللہ ان کی اتباع کرنے والوں کو انہی کا حصہ بنا"۔ اور حنین کے موقع پر غنائم کی تقسیم پر پیش آنے والا انتہائی پُر اثر واقعہ اس کے علاوہ ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أَفَلا تَرْضَوْنَ يَا مَعْشَرَ الأَنْصَار أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيرِ وَتَرْجِعُونَ بِرَسُولِ اللَّهِ (صلى الله عليه وآله وسلم) فِي رِحَالِكُمْ، فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَوْلا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنْ الأَنْصَارِ، وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ شِعْبًا وَسَلَكَتِ الأَنْصَارُ شِعْبًا لَسَلَكْتُ شِعْبَ الأَنْصَارِ، اللَّهُمَّ ارْحَمِ الأَنْصَارَ، وَأَبْنَاءَ الأَنْصَارِ، وَأَبْنَاءَ أَبْنَاءِ الأَنْصَارِ»... "اے انصار کیا تم اس سے خوش نہیں کہ دوسرے تو بھیڑ اور اونٹ لے جائیں اور تم اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے ساتھ لے جاؤ؛ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے، اگر ہجرت نہ لکھی ہوتی، تو میں انصار میں سے ہوتا۔ اور اگر تمام لوگ ایک وادی کی جانب جائیں اور انصار دوسری وادی کی جانب جائیں، تو میں انصار کی وادی کی جانب جاؤں گا۔ یا اللہ انصار پر رحم فرما، اور ان کی اولاد پر رحم فرما اور ان کی اولاد کی اولاد پر۔" (امام احمد نے ابو سعید خدریؓ سے اس حدیث کو روایت کیا)۔

اس سے بڑھ کر کیا تعریف ہو سکتی ہے کہ انصار کی محبت مؤمن ہونے کی، اور ان سے نفرت نفاق کی نشانی گردانی جائے ؟ اور اس سے بڑھ کر کیا مرتبہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کو تمام لوگوں میں سب سے عزیز گردانا، انصار رسول اللہ ﷺ کے چنے ہوئے لوگ اور قرابت دار ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر اور کیا اعزاز ہو سکتا ہے کہ انصار کی اولاد اور آئندہ نسلوں کی بخشش فرمادی گئی ؟ نہ صرف یہ بلکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی پیروی کرنے والوں اور ساتھیوں کو انصار ہی کا حصہ قرار دیا۔ اور اس سے بڑھ کر کون سا فضل ہو سکتا ہے کہ اللہ ذوالجلال کا عرش انصار کے سردار، سعد بن معاذ، کے انتقال پر ہل گیا۔ جو حقیقت سعد بن معاذ کو دوسرے صحابہ سے ممتاز کرتی ہے وہ ان کا رسول اللہ ﷺ کو نُصرۃ دینا ہے۔ بخاری نے جابر سے روایت کیا، جو کہتے ہیں: «سَمِعْتُ النَّبِيَّ (صلى الله عليه وآله وسلم) يَقُولُ: اهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ» "میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "سعد بن معاذ کی موت پر (اللہ کا) عرش ہل گیا ہے"۔

یہ سب انصار کے امتیازی فضائل ہیں جن میں سوائے مہاجرین کے کوئی ان کا ہم پلہ نہیں۔ تو آج کے انصار کہاں ہیں؟ کہ ان کے لیے موقع ہے کہ وہ اولین انصار کی مثل بن جائیں۔ کیونکہ نصرۃ دینے کے موقع کا دروازہ صدیوں تک بند رہنے کے بعد اب پھر کھل گیا ہے۔ رحمتیں، برکتیں اور نوید ہو ان لوگوں کیلئے جو آج اسلامی ریاستِ خلافت کے دوبارہ قیام کے لیے نصرۃ دیں گے۔ واللہ اعلم کہ ایک بار پھر جب یہ دروازے بند ہو جائیں گے تو شائد پھر کبھی نہ کھلیں !!!

یہ اہل قوت و نصرت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کا ادراک کریں کہ اسلامی ریاست آج سے پہلے صرف ایک بار قائم ہوئی تھی اور پھر 1924ء میں برطانیہ نے اپنے ایجنٹ مصطفی کمال اتاترک کے ذریعے اسے ختم کر دیا، جس کے بعد سے امتِ مسلمہ اسلامی ریاست کے سائے کے بغیر زندگی گزار رہی ہے۔ اسلئے اس شخص کی عظمت جو اس ریاستِ خلافت کو دوبارہ قائم کرے، اسی کی طرح ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو حفاظت اور نصرۃ مہیا کی تھی۔

یہ مسلمانوں میں ہر اس شخص کی ذمہ داری ہے جو قوت کا حامل ہو کہ وہ ان شخصیات کی زندگیوں کا مطالعہ کرے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نصرۃ فراہم کی تھی۔

فہرست

کیاڈالرپرانحصار میں کمی اس کی بالادستی کو متاثر کرتی ہے؟

فاطمہ مصعب

اس بارے میں بحث بڑھ رہی ہے کہ آیا بعض تجارتی معاہدات میں ڈالر کے علاوہ دیگر کرنسیوں کے استعمال کی طرف تبدیلی ڈالر کے خاتمے کے عمل کی طرف لے جائے گی،اور کیااس کے نتیجے میں موجودہ عالمی نظام میں ڈالر کی بالادستی میں کمی آئے گی یانہیں۔

یہ پہلی بار نہیں ہے کہ لوگوں نے ڈالر کے زوال کے امکان کے بارے میں قیاس آرائیاں کی ہوں،اور معیشت میں ہونے والے مسلسل اتار چڑھاؤ کو دیکھتے ہوئے، یہ آخری بار بھی نہیں ہوگا۔ لیکن موجودہ بحث کو سمجھنے اور اسے تناظر میں رکھنے کے لیے، ہمیں نظام کی حقیقت،اس کے سیاسی اور اقتصادی دونوں پہلوؤں کو دیکھنے کی ضرورت ہے، اور یہ سمجھنا ہوگا کہ کس طرح امریکہ اُس سرمایہ دارانہ ورلڈ آرڈر کی جڑوں میں موجود ہے جس ورلڈ آڈر کے ساتھ تمام ممالک اپنی وفاداریاں جوڑے ہوئے ہیں۔

یہ بحث دوبارہ کیوں شروع ہوئی؟

حالیہ خبروں سے پتہ چلتاہے کہ کچھ ریاستوں نے امریکی ڈالر کے بجائے چینی کرنسی (Yuan) میں معاہدات کرنے کے لیےاقدامات کیے ہیں، جس کے نتیجے میں ڈالرپر ان کاانحصار کم ہو جائے گا۔

- عراق کا مرکزی بینک، جو تیل کا ایک بڑا اسپلائر ہے، اس نے اعلان کیا کہ وہ چین کے ساتھ تجارت کو پہلی بار Yuan میں طے کرنے کی اجازت دے گا۔

- بنگلہ دیش کے مرکزی بینک نے بھی ستمبر میں اسی طرح کااعلان کیا تھا۔

-چین کے زیرِ اثر شنگھائی تعاون تنظیم کے اراکین نے اپنی مقامی کرنسیوں میں تجارت بڑھانے پر اتفاق کیا۔ چین کے علاوہ یہ بلاک روس، بھارت، پاکستان، ازبکستان، قازقستان، تاجکستان اور کرغزستان پر مشتمل ہے۔

-دسمبر میں، چین اور سعودی عرب نے Yuan میں اپنا پہلا لین دین کیا۔

-روس نے 2023 میں اپنی تمام تیل اور گیس کی اضافی آمدنی کو Yuan میں رکھنے کا فیصلہ کیا ہے کیونکہ وہ اپنے غیر ملکی زرمبادلہ کے ذخائر کے لیے زیادہ سے زیادہ چینی کرنسی کا رخ کر رہا ہے۔(ماخذ: الجزیرہ)

-برازیل اور چین نے امریکی ڈالر کے بجائے اپنی اپنی کرنسیوں کا استعمال کرتے ہوئے تجارت کرنے کا معاہدہ کیا۔ چین فروری سے اپنا وعدہ پورا کر رہا ہے کہ وہ برازیل میں Yuan پر مبنی تجارت کو آباد کرنے کے لیے ایک کلیئرنگ ہاؤس کھولے گا۔ چین اس سے قبل پاکستان، قازقستان اور لاؤس میں بھی اسی طرح کے کلیئرنگ ہاؤسز کا اعلان کر چکا ہے۔(ذرائع)

-چین اپنے امریکی ٹریژری بانڈز سے چھٹکارا حاصل کر رہا ہے، جو مختلف ممالک میں ڈالر کے ذخائر کو برقرار رکھنے کے لیے استعمال کیے جانے والے طریقے میں ایک ہے۔ اس کے پاس اب 870 ارب ڈالر کا امریکی قرض ہے، جو 2010 کے بعد سے اب تک سب سے کم رقم ہے۔(CFR)

-چین اور روس دونوں تیل کا لین دین اپنی مقامی کرنسیوں میں کر رہے ہیں۔

-یورپی یونین نے ایرانی تیل کی تجارت کو یورو میں طے کرنے کے انتظامات کیے ہیں۔

-بھارت نے ایرانی تیل کی قیمت بھارتی روپے میں ادا کرنے کا ایک معاہدہ کیا ہے۔

یہ فیصلے مختلف سیاسی حقائق سے متاثر شدہ ہیں: امریکہ کے روس پر مالی پابندیاں عائد کرنے کے فیصلے سے لے کر ایران سے تیل خریدنے کی خواہش اور جوہری ڈیل کے گرد موجود سیاسی تناؤ سے بچنے تک۔

اسٹریٹیجک نقطہ نظر سے، ڈالر پر ان کا انحصار کم کرنے کی کوشش اس خوف کا نتیجہ ہے کہ امریکہ ڈالر کی طاقت کو دوسرے ممالک کو نشانہ بنانے کے لیے استعمال کر سکتا ہے، جیسا کہ اس نے روس پر پابندیاں عائد کرتے وقت کیا تھا۔ ڈالر پر اپنا انحصار کم کر کے، اور اپنی تجارت کو Yuan جیسی دوسری کرنسی میں منتقل کر کے، ریاستیں ممکنہ طور پر ڈالر کی طاقت کو کمزور کر سکتی ہیں۔

اقتصادی نقطہ نظر سے، ڈالر پر ان کے انحصار میں کمی انہیں اپنی معیشت کو برقرار رکھنے اور امریکی اقتصادی پالیسیوں کے ان پر پڑنے والے اثرات کو کم کرنے سہارا دے سکتی ہے۔

یہ اہم ہے کیونکہ جیسے جیسے ڈالر کی طاقت بڑھتی ہے، یہ دوسرے ممالک پر افراطِ زر کے دباؤ کو بڑھاتا ہے۔ اس سے مرکزی بینکوں کے لیے بلند افراطِ زر پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ تکلیف تب بڑھ جاتی ہے جب ڈالر کی طاقت تجارتی حجم، سخت تجارتی مالیاتی شرائط اور بڑھتے ہوئے قرضوں کے ساتھ ساتھ قرض پر سود کے اخراجات پر دباؤ کا سبب بنتی ہے۔ پھر یہ حقیقت ہے کہ جیسے جیسے ڈالر کی طاقت بڑھتی ہے، یہ عالمی اقتصادی سرگرمیوں پر ایک بوجھ بن جاتا ہے، جس سے دیگر کرنسیوں کو کمزور کرنے کے لیے دباؤ پڑتا ہے اور اس سے ڈالر کی طاقت کو مزید ہوا ملتی ہے۔ یہ نتیجہ معاشی سرگرمیوں پر مزید بوجھ پیدا کرتا ہے، کرنسی کو مزید کمزور کرتا ہے، اور خود اپنے آپ کو تقویت دینے والے ایک خوفناک چکر کو متحرک کر دیتا ہے جہاں ایک منفی نتیجہ دوسرے کو متحرک کرتا ہے۔

لہٰذا، متنوع بنانے سے انہیں ڈالر کے اثرات سے نمٹنے میں مدد مل سکتی ہے، اور اس کا انحصار متعدد دیگر عوامل پر ہو گا۔

لیکن کیا اس تنوع کا مطلب یہ ہے کہ ڈالر مکمل طور پر اپنا غلبہ کھو دے گا؟

نہیں، ایسا نہیں ہوتا کیونکہ ڈالر اب بھی غالب ہے، دوسری کرنسیوں کے استعمال میں اضافے نے اس کے غلبے میں زیادہ کمی نہیں کی ہے۔

"حیرت انگیز طور پر، ڈالر کے تناسب میں کمی پاؤنڈ سٹرلنگ، ین اور یورو یا دیگر دیرینہ ریزرو کرنسیوں کے تناسب میں اضافے کے ساتھ نہیں ہے.... بلکہ، ڈالر کی منتقلی دو سمتوں میں ہوئی ہے: ایک چوتھائی چینی Renminbi (Yuan) میں، اور تین چوتھائی چھوٹے ممالک کی کرنسیوں میں جنہوں نے ریزرو کرنسیوں کے طور پر زیادہ محدود کردار ادا کیا ہے"۔(ذرائع)

"یہ ایک مزید ٹوٹے ہوئے نظام کے آغاز کی طرف جا سکتا ہے جو بالآخر امریکہ کی مالی پابندیوں کو بطور ہتھیار استعمال کرنے کی صلاحیت کو ختم کر سکتا ہے..."آپ جتنے زیادہ ممالک کو ایسے متبادل تلاش کرنے پر مجبور کریں گے، تو دراصل آپ جو کچھ کرنے جا رہے ہیں وہ ہے ان علاقوں میں اقتصادیات کے پیمانے اور تجربے کو وسعت دینا"۔ (WSJ)

لیکن جبکہ مرکزی بینکوں کے پاس ذخائر کے طور پر (پچھلے سال کے مقابلے میں) کم ڈالر رکھے ہوئے ہیں، آئی ایم ایف نوٹ کرتا ہے کہ عالمی تجارت، بین الاقوامی قرضوں اور غیر بینک قرضوں میں ڈالر کے غالب کردار کی وجہ سے یہ عالمی منڈیوں میں اب بھی "ایک بڑا کردار" ادا کر رہا ہے، جو ابھی تک تجارت، بانڈ کے اجراء، اور بین الاقوامی قرضوں میں امریکہ کے حصے سے کہیں زیادہ ہے۔(ذرائع)

"ڈالر کے غلبے میں کردار ادا کرنے والے عوامل میں اس کی مستحکم قدر، امریکی معیشت کا حجم، اور امریکہ کا جغرافیائی سیاسی وزن شامل ہیں۔ اس کے علاوہ، کسی بھی دوسرے ملک کے پاس اپنے قرضوں کے لیے امریکہ جیسی منڈی نہیں ہے، جو کہ تقریباً 180 کھرب ڈالر ہے۔"امریکی سرکاری خزانے کو دنیا کے اولین ریزرو اثاثے کے طور پر دیکھنا زیادہ بہتر ہے۔ اگر آپ کے پاس سرکاری خزانے کی منڈی کے مقابلے کی منڈی نہیں ہے تو ڈالر کا مقابلہ کرنا مشکل ہے"۔(CFR)

زرمبادلہ کے ذخائر کے تناسب میں کمی کے باوجود، ڈالر اب بھی دیگر تمام کرنسیوں کے مجموعے سے زیادہ ہے۔ Yuan عالمی غیر ملکی کرنسی کے ذخائر کا صرف 2.7 فیصد ہے۔(WSJ)

صورت حال کی گہرائی کو سمجھنا ضروری ہے۔

یہ سچ ہے کہ ممالک متنوع بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ موجودہ نظام کی ایک ناگزیر حقیقت ہے جہاں ممالک اپنے قومی مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے مسلسل ایک دوسرے کے خلاف کھڑے ہیں۔ لیکن صورت حال کو سمجھنے کے لیے، صرف معاشی اعداد و شمار، یا انفرادی سیاسی واقعات کو دیکھ لینا کافی نہیں۔ صورت حال کی گہری سمجھ حاصل کرنے کے لیے، ہمیں یہ سمجھنا ہو گا کہ نظام کیسے کام کرتا ہے اور ڈالر اس میں کیا کردار ادا کرتا ہے۔

اگر صورتحال کا خالصتاً ایک مجموعی لاحاصل نظام کے طور پر جائزہ لیا جائے، جس میں ریاستوں کے مختلف ایجنڈے ہیں جو ریاستیں ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کر رہی ہیں، تو ایسا لگتا ہے جیسے چین اور دیگر ریاستیں جو اقدامات کر رہی ہیں، وہ امریکہ اور ڈالر سے آزادی کا باعث بن جائیں گے۔ لیکن جب صورتحال کو نظریاتی نقطہ نظر سے سمجھا جاتا ہے، ان ریاستوں کے ساتھ جو ایک مخصوص دائرہ کار میں اپنے مفادات کی پیروی کرتی ہیں، اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ سرمایہ دارانہ آئیڈیالوجی کا غلبہ برقرار رہے، تو صورتِ حال کا تجزیہ کچھ بدل جاتا ہے، خاص طور پر جب ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح امریکہ نے ڈالر کو اس نظام میں شامل کیا جو سرمایہ دارانہ نظریے سے پھوٹا تھا۔

ڈالر کی بالادستی کا مقام و مرتبہ

1971 میں صدر نکسن نے ڈالر کو سونے سے الگ کر دیا۔ اس کے بعد سے، اہم اشیاء، جن میں سب سے زیادہ قابل ذکر تیل ہے، ان کو سونے یا چاندی کی پشت پناہی دینے کی بجائے فیاٹ (fiat) ڈالر میں شمار کیا جاتا ہے۔ امریکہ نے ڈالر کی پوزیشن کو مضبوط کر لیا، جب اس نے سعودی عرب جیسے تیل پیدا کرنے والے ممالک سے معاہدہ کیا کہ وہ تیل صرف ڈالر میں فروخت کریں گے، جس کو 'پیٹرو ڈالر' کہا جاتا ہے۔ چنانچہ باقی دنیا نے ڈالر کو قبول کر لیا، کیونکہ انہیں تیل خریدنے کے لیے ڈالر کی ضرورت تھی۔

اس سے تجارت متاثر ہوتی ہے، کیونکہ برآمدات کرنے والے ممالک عالمی منڈی میں مقابلہ کرتے ہیں تاکہ ڈالر سے متعین شدہ غیر ملکی سرمائے اور قرض کی کی ادائیگی کے لیے، درآمد شدہ توانائی، خام مال اور سرمائے کے سامان کی ادائیگی، فکری املاک (intellectual property) کی فیسوں اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کی فیسوں کی ادائیگی کے لیے درکار ڈالر حاصل کریں۔

اور دیگر کرنسیوں کو ڈالر کے ساتھ جوڑ کر، ڈالر ہر کرنسی کی تجارتی قدر کو اس کو جاری کرنے والی معیشت کی پیداواری صلاحیت سے براہ راست لاتعلق کرتا ہے تاکہ اسے ڈالر جاری کرنے والے مرکزی بینک کے پاس موجود ڈالر کے ذخائر کے حجم سے براہ راست منسلک کیا جا سکے۔

نتیجتاً، ڈالر کی بالادستی امریکہ کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ دنیا کی دولت کو ان فیاٹ ڈالروں پر مبنی کر کے بالواسطہ طور پر پوری عالمی معیشت کا مالک بن جائے، جنہیں امریکہ اپنی مرضی سے تھوڑے سا مالی جرمانے کے ساتھ چھاپ سکتا ہے۔

ڈالر اس نظام کا صرف ایک حصہ ہے، جس میں امریکہ کی عالمی بالادستی ہے۔

بیسویں صدی کے وسط میں، جب سابقہ سامراجی دور کا خاتمہ ہو رہا تھا اور عالمی جنگوں نے پوری دنیا میں تباہی مچائی تھی، امریکہ ایک غالب بالادست کے طور پر ابھرا اور اپنے ساتھ ایک نیا ورلڈ آرڈر لے کر آیا جو سرمایہ دارانہ نظریے پر مبنی تھا اور اس بات کو یقینی بنایا کہ باقی تمام دنیا اپنی وفاداریاں اس کے ساتھ جوڑ دے۔

انہوں نے متعدد اقدامات متعارف کروائے جن میں ڈالر کے غلبہ کی اجازت دے کر عالمی معیشت کو ٹھیک کرنے کی خواہش بھی شامل ہے، جیسا کہ دوسرے ممالک نے اپنی مقامی کرنسیوں کو ڈالر کے ساتھ منسلک کیا اور اپنی شرح مبادلہ کو برقرار رکھنے کے لیے ڈالر کو اپنے ذخائر میں رکھا۔ ڈالر اس نظام کی گہرائی میں پیوست ہو گیا، اور امریکہ کی

گہری اور لچکدار مالیاتی منڈی، نسبتاً شفاف کارپوریٹ گورننس کے اصولوں اور ڈالر کے استحکام نے اس بات کو یقینی بنایا کہ کرنسی کا غلبہ برقرار رہے۔(ذرائع)

لیکن یہ معاملہ ڈالر کے محض ایک کرنسی، جسے ریاستیں آپس میں استعمال کرتی ہیں،اس کے طور پر موجود ہونے سے بہت آگے جاتا ہے اور یہاں سیاسی اور معاشی دائرے آپس میں جڑے ہوئے ہیں۔

جب امریکہ عالمی جنگ کے بعد کے دور میں غالب طاقت کے طور پر ابھرا تو اس نے اپنی معاشی طاقت کو عالمی نظام کو دوبارہ بنانے کے لیے استعمال کیا۔اس نے بین الاقوامی تنظیموں کا قیام کیا، نظام میں ڈالر کو شامل کیا، مختلف اتحاد قائم کیے، اور اس بات کو یقینی بنایا کہ یہ ریاستوں کے مفاد میں ہو کہ وہ سرمایہ دارانہ نظام کے امریکی زاویے کے اندر رہتے ہوئے کام کریں۔جب امریکہ نے یہ ورلڈ آرڈر قائم کیا تو اس نے اسے دیگر طاقتور ممالک کے تعاون کے ساتھ کیا ، جن میں سے سب نے اپنی ریاست کی خود مختاری کا کچھ حصہ بین الاقوامی نظام کے لیے کم کرنے پر اتفاق کیا، اس فائدے کے بدلے میں جو وہ امریکہ کے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق نظام کے اندر کام کر کے حاصل کریں گے۔

نتیجے کے طور پر، ریاستیں ایک مجموعی لاحاصل میں پھنس جانے کے باوجود اس نظام میں سرایت کیے ہوئے ہیں جس میں امریکہ غالب ہے اور امریکہ کو ہٹانے کے لیے انہیں ایک ایسی ریاست کی ضرورت ہو گی جو اس موجودہ ورلڈ آرڈر میں اس کی جگہ لے سکے جو جلد ہونے والا نہیں ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ دیگر ریاستوں کے پاس وہ طاقت یا قانونی حیثیت نہیں ہے جو اس وقت امریکہ کے پاس ہے،اور امریکہ کی جگہ ایک نئے بالادست کو مقبول ہونے کیلئے اسے دونوں کی ضرورت ہو گی۔اور اس کا مطلب ہے کہ ڈالر غالب کرنسی کے طور پر موجود رہے گا، چاہے ریاستیں اس پر اپنا انحصار کم کرنے کی کوشش کر لیں۔ یہ خاص طور پر تب بھی درست ہے جب آپ اس حقیقت پر غور کرتے ہیں کہ ہر کرنسی، بشمول چینی Yuan کے، ڈالر سے ہی منسلک ہے۔

چین عالمی بالادست کے مقام کا دعویدار نہیں ہے،اس لیے اس کی کرنسی ڈالر کی بالادستی کی جگہ نہیں لے گی۔

"واحد کرنسی جو طویل عرصے کیلئے امریکی ڈالر کی جگہ لے سکتی ہے وہ ہے Renminbi(Yuan)، لیکن یہ کردار ادا کرنے کے لیے، کرنسی کو مکمل طور پر تبدیل کرنے کے قابل ہونا ضروری ہے... ایک کرنسی مکمل طور پر قابلِ تبدیل ہو جاتی ہے جب اسے آزادانہ طور پر دیگر کرنسیوں کے ساتھ تمام مقاصد کیلئے تبدیل کیا جا سکتا ہے جیسے مالیاتی منڈیوں میں، تجارت کیلئے یا عالمی زر مبادلہ کی منڈیوں میں۔ تاہم، Yuan صرف محدود مقاصد کے لیے قابل تبدیل ہے، جیسے کہ تجارت، جو عالمی معیشت پر چین کے بڑھتے ہوئے اثرات کے باوجود اپنی رغبت کو محدود کرتا ہے"۔ (ماخذ: الجزیرہ)

لیکن کرنسی کے مسائل کو ایک طرف رکھتے ہوئے، چین کا طویل المدتی مقصد امریکہ کی تباہی نہیں ہے، بلکہ یہ امریکہ کے بنائے ہوئے ورلڈ آرڈر میں اپنی آزادی کو بڑھانا ہے، تاکہ وہ امریکہ کی مداخلت کے بغیر اپنے قومی مفاد کو بروئے کار لا سکے۔ دونوں ممالک ایک ہی نظام میں کام کر رہے ہیں، اور معیشت نے انہیں ایک دوسرے پر منحصر کر دیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ موجودہ نظام اور اس کی کرنسی کا مکمل رد کرنا ضروری ہے۔

ڈالر پر انحصار میں کمی (de-dollarization) کے معاملے کی بحث سے ایک بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ ایک بہت اہم وجہ موجود ہے کہ جب خلافت دوبارہ قائم ہو جائے گی تو ہم موجودہ کرنسیوں کو کیوں مسترد کر دیں گے۔

اس معاشی نظام کا حصہ ہونا اور موجودہ فیاٹ کرنسیوں کو قبول کرنا ہمیں مکمل طور پر امریکہ جیسی دشمن ریاستوں پر منحصر کر دیتا ہے۔ ڈالر کے ذریعے، وہ اس بات کو یقینی بنانے کے قابل ہیں کہ ہماری معیشت ان پر منحصر رہے اور یہ امریکہ کو (بلاواسطہ اور بالواسطہ دونوں طرح) ہماری پالیسیوں پر حکم چلانے کی اجازت دیتا ہے اور اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ ہم ان کے تابع رہیں۔

اسلام میں ہمیں غیر ملکی ریاستوں کے تابع یا محتاج رہنے کی اجازت نہیں دیتا ہے، خصوصاً جب بات امریکہ، روس، چین، برطانیہ اور فرانس جیسی دشمن ریاستوں کی ہو، جو خلافت کو مغلوب یا تباہ کرنا چاہیں گے۔ ہمیں ان کے خلاف احتیاطی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں، اگر ہم ایک دوسرے پر منحصر رہیں گے تو یہ ممکن نہیں ہو گا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آج موجود فیاٹ کرنسیوں کا استعمال ہمیں ان ریاستوں پر منحصر کر دے گا۔

اس طرح، خلافت میں، ہماری اپنی خود مختار کرنسی ہو گی، اور اسے کسی غیر ملکی کرنسی سے منسلک کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

"ریاست کے لیے مخصوص کرنسی جاری کرنا مباح میں آتا ہے۔ خلیفہ کے لئے جائز ہے کہ وہ ایک مخصوص کرنسی جاری کرے اور اگر وہ ایسا نہ بھی کرنا چاہے تو اسے اجازت ہے۔۔۔ یوں مخصوص نقد کرنسی کا اجرا ریاست کے لئے مباح ہے واجب نہیں ہے۔ تاہم اگر کرنسی جاری نہ کرنے کے نتیجے میں ملکی معیشت کو نقصان ہونے کا خدشہ ہو یا دوسری ریاستوں کی جانب سے معاشی یلغار کا خدشہ ہو، اس وقت اس کا اجراء واجب ہو گا"۔

ہماری کرنسی کو کسی غیر ملکی کرنسی سے جوڑنا منع ہے کیونکہ "ایسا کرنے کے نتیجے میں ریاست اقتصادی میدان کے ہر پہلو میں کافر ریاست کے پنجوں میں پھنس جائے گی" (مسودہ آئین کا آرٹیکل 166)۔

یہ کرنسی سونے اور چاندی تک ہی محدود رہے گی، چاہے سکوں کی شکل میں ہو یا نہ ہو۔ ریاست کے لیے کرنسی کی کسی دوسری شکل کی اجازت نہیں ہے۔

"ریاست سونے یا چاندی کے متبادل کے طور پر سکے یا کاغذی کرنسی جاری کر سکتی ہے بشرطیکہ بیت المال کے پاس جاری کردہ سکے کی پشت پناہی کے لیے سونے اور چاندی کی مساوی مقدار موجود ہو"۔ اور ہمیں اسلامی ریاست کی سرزمین میں کسی دوسری کرنسی کے داخلے کی اجازت دینے کی اجازت نہیں ہے، اگر اس سے ہماری کرنسی، مالیات یا

معیشت کو نقصان پہنچے.... "اس کا اطلاق ریاست کی کرنسی کی برآمد، اور غیر ملکی کرنسی کی درآمد اور برآمد پر اسی طرح ہوتا ہے جس طرح ریاست کے اندر لین دین پر لاگو ہوتا ہے"۔(ریاستِ خلافت کے مسودہ آئین کا آرٹیکل 167)۔

اللہ نے مسلم دنیا کو اس کو ممکن بنانے کے لیے وسائل فراہم کیے ہیں۔ ہمارے پاس سونا بھی ہے اور ہمارے پاس چاندی بھی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ فی الحال ہمارا اس پر کوئی کنٹرول نہیں ہے اور ہم آپس میں تقسیم شدہ ہیں، اس لیے مسلمانوں کی سرزمین کے ایک حصے کے وسائل باقی مسلم علاقوں کے مسلمانوں کی رسائی میں نہیں ہیں۔ یہ حقیقت اس وقت بدل جائے گی جب نبوت کے طریقے پر دوبارہ خلافت قائم ہو جائے گی، اگرچہ آج اس حقیقت کی تصویر کشی ہمارے لیے مشکل ہو سکتی ہے۔

اس لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ جب خلافت آجائے گی تو حالات بدل جائیں گے اور کیوں اس سرمایہ دارانہ نظام میں، جو آج ہم پر حکومت کر رہا ہے، اسلامی قوانین کا اطلاق ممکن نہیں۔

فہرست

اللہ تعالیٰ نے نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کے قیام کے فرض کو دوبارا پورا کرنے کا سنہری موقع فراہم کیا ہے

مصعب عمیر، پاکستان

یقیناًاللہ تعالیٰ نے نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کے قیام کے لیے ایک عالمی سطح کا موقع فراہم کیا ہے۔

جہاں تک بین الاقوامی منظر نامے کا تعلق ہے، تو بڑی عالمی طاقتیں آپس میں لڑ رہی ہیں، بالکل اسی طرح جیسے روم اور فارس کی سلطنتیں مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام سے قبل ایک دوسرے کے خلاف صف آراء تھیں۔ایک وقت تھا کہ روس وسطی ایشیا کو ایسی اسٹریٹیجک ڈیپتھ (تزویراتی گہرائی) کے طور پر دیکھتا تھا کہ جسے کوئی اس سے چھین نہیں سکتا۔پوٹن کے غلط اندازوں، بائیڈن کی چالاکی اور یورپ کی حمایت کے باعث ماسکو اب یوکرین کی جنگ کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔چین مقبوضہ مشرقی ترکستان پر اپنا کنٹرول مضبوط بنانے پر توجہ مرکوز کررہا تھا اور اب تائیوان اور ہانگ کانگ میں اثر ورسوخ کو برقرار رکھنا اس کی توجہ کا محور ہے، کیونکہ امریکہ بھارت، آسٹریلیا اور جاپان کو استعمال کرتے ہوئے اس کے ارد گرد آگ کا حصار قائم کررہا ہے۔جہاں تک امریکہ کا تعلق ہے، تو وہ اب طاقتوروں میں انتہائی طاقتور نہیں رہا، بلکہ وہ کمزور ہوتی ہوئی ریاستوں میں سب سے مضبوط ہے۔ڈیموکریٹس اور ریپبلکنز کے درمیان گہری سیاسی تقسیم واشنگٹن کے لیے اپنی طاقت کو بروئے کار لانے میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے،اور جیسے جیسے 2024ء کا صدارتی انتخاب قریب آرہا ہے، یہ تقسیم مزید گہری ہورہی ہے۔اس سب کے علاوہ بڑی طاقتوں کی معیشتیں سُست ہورہی ہیں یا گرنے کے قریب پہنچ چکی ہیں۔

جہاں تک مسلم دنیا کی صورتحال کا تعلق ہے تو اسلامی مقدسات پر بار بار حملوں کے حوالے سے امتِ اسلامیہ حکمرانوں کی غفلت پر شدید مشتعل ہے۔ مسلمان خطرے کی گھنٹی کو سُن رہے ہیں کیونکہ استعمار، ہندوستان اور یہودی وجود کو مسلمانوں کے خلاف مضبوط کررہا ہے، جبکہ مسلم دنیا کے حکمران تحمل کے نام پر بے عملی کا مظاہرہ کررہے ہیں،

افواج کی صلاحیتوں کو کم کر رہے ہیں اور بھارت و اسرائیل جیسی دشمن ریاستوں کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانے کا کہہ رہے ہیں۔ سود پر مبنی قرضوں کے عارضی ٹیکوں کے باوجود مسلمانوں کی معیشتیں تباہ ہو رہی ہیں۔ ترکی میں افراطِ زر کی شرح 75 فیصد ہے جبکہ مصر میں افراطِ زر کی شرح 50 فیصد ہے۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے، تو اس کے مسلمان مشکلات بھری زندگی سے نجات کے لیے، اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر، خوفناک سمندروں کو عبور کرتے ہوئے اپنی جانوں سے ہاتھ دھو رہے ہیں۔ درحقیقت، مسلمان آج اُس صورتِ حال سے دوچار ہیں جو اسلامی ریاست کے قیام سے قبل یثرب (مدینہ) کی تھی۔ وہ ہر طرف سے آفات اور طوفانوں کے تھپیڑوں کی زَد میں ہیں، اور وہ شدت سے اس صورتِ حال سے نکلنے کا راستہ تلاش کر رہے ہیں۔

اب صورتِ حال یہ بن چکی ہے کہ طاقت اور اثر ورسوخ والے لوگوں میں انقلابی تبدیلی کی سوچ میں تیزی آگئی ہے۔ اسلام، شرعی قانون اور خلافت کے بارے میں بڑے پیمانے پر بحث ہو رہی ہے۔ اس سے پہلے، کچھ لوگ خلافت کو پچھلے دَور کی اچھی یاد یا خیالی تصور کہہ کر مسترد کر دیتے تھے، مگر اب مسلمان اسلامی حکمرانی کی واپسی کو سب سے موزوں آپشن کے طور پر دیکھ رہے ہیں۔ تاہم جب تک عزم مضبوط نہ ہو، خلافت کے دوبارہ قیام کے لیے چلنے والی کوئی بھی تحریک ناکام ہو جائے گی۔ خلافت کے تصور کو اچھا سمجھنا یا ان لوگوں کا احترام کرنا کافی نہیں ہے جو اس کے لیے کام کرنے میں اپنی راتیں اپنے دنوں کے ساتھ ملاتے ہیں۔ بلکہ یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ یہ مقصد ہم سب سے، اور ہم میں سے ہر ایک سے، عزم اور قربانی کے ساتھ سنجیدہ کام کا مطالبہ کرتا ہے۔ یہ عزم تبھی مضبوط ہو سکتا ہے، جب یہ آگاہی ہو کہ خلافت کوئی چوائس یا آپشن میں سے ایک آپشن نہیں ہے، بلکہ یہ ایک شرعی فرض ہے، جس کے متعلق اللہ سبحانہ وتعالی کے ہاں ہم سے حساب لیا جائے گا۔

اے مسلمانو! خلافت کو قائم کرنا کوئی چوائس یا آپشن نہیں ہے، یہ ایک شرعی ذمہ داری یعنی فرض ہے

انبیاء علیہم السلام اور وحی کا دَور آخری رسول اور پیغمبر ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو گیا۔ اب اسلام کی رُو سے خلفاء کا دَور ہونا چاہیئے کہ جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نازل کردہ تمام احکام کے مطابق حکومت کریں۔ لہٰذا، اے اہلِ قوت وطاقت! اس معاملے کو غور اور سنجیدگی سے دیکھو!

ابو ہریرہؓ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لا نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ، قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: فُوا بِبَيْعَةِ الأَوَّلِ فَالأَوَّلِ، أَعْطُوهُمْ حَقَّهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ "بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کرتے تھے۔ جب کوئی نبی وفات پاتا تو دوسرا نبی اس کی جگہ لے لیتا، جبکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے بلکہ بڑی کثرت سے خلفاء ہوں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا: آپ (ﷺ) ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک کے بعد دوسرے کی بیعت کو پورا کرو اور انہیں ان کا حق ادا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کی رعایا کے بارے میں پوچھے گا جو اُس نے انہیں دی۔"** (بخاری و مسلم)

امام الماوردی (متوفی 450ھ) اپنی کتاب "الاحکام السلطانیہ" میں فرماتے ہیں، الْإِمَامَةُ مَوْضُوعَةٌ لِخِلَافَةِ النُّبُوَّةِ فِي حِرَاسَةِ الدِّينِ وَسِيَاسَةِ الدُّنْيَا، وَعَقْدُهَا لِمَنْ يَقُومُ بِهَا فِي الْأُمَّةِ وَاجِبٌ بِالْإِجْمَاعِ "امامت (خلافت) دین کی حفاظت اور دنیا کے امور کی دیکھ بھال میں نبوت کی جانشینی کے لیے مقرر کی گئی ہے۔ اور جو شخص امت میں سے اس ذمہ داری کو اٹھانے کے لیے کھڑا ہو جائے تو اس کی بیعت کرنا اجماع کی رو سے واجب ہے۔"

امام نووی (سنِ وفات 676 ہجری)، اپنی تصنیف "المنہاج شرح صحیح مسلم" میں فرماتے ہیں، أَجْمَعُوا عَلَى أَنَّهُ يَجِبُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ نَصْبُ خَلِيفَةٍ وَوُجُوبُهُ بِالشَّرْعِ لَا بِالْعَقْلِ "سب کا اس پر اتفاق ہے کہ مسلمانوں پر خلیفہ کی تقرری فرض ہے، اور یہ فرضیت شرعی بنیاد پر ہے نہ کہ عقلی بنیاد پر"۔

اے مسلمانو! خلافت کے قیام کو دین کے دوسرے فرائض پر ترجیح حاصل ہے

خلافت کا قیام صرف ایک اسلامی فرض ہی نہیں بلکہ اسے دوسرے اسلامی فرائض پر ایک ترجیح حاصل ہے، اور اسی کے مطابق صحابہ کرامؓ نے عمل کیا، اور وہ (صحابہؓ) ہمارے موقف اور عمل کے لیے رہنما اور مثال ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ کو رسول اللہ ﷺ کے وصال ہی کے دن بیعتِ انعقاد دی گئی، جبکہ اگلے دن لوگ بیعتِ اطاعت کے لیے مسجد میں جمع ہوئے تھے۔

شمس الدین رَملی (سنِ وفات 1004 ہجری) اپنی تصنیف 'غایۃ البیان' میں لکھتے ہیں، أنه يجب على النَّاس نصب إِمَام يقوم بمصالحهم ... لِإِجْمَاع الصَّحَابَة بعد وَفَاته ﷺ على نَصبه حَتَّى جعلُوهُ أهم الْوَاجِبَات وقدموه على دَفنه ﷺ وَلم تزل النَّاس فِي كل عصر على ذَلِك "لوگوں پر ایک ایسا امام (خلیفہ) مقرر کرنا واجب ہے جو ان کے مفادات کا انتظام کرے... کیونکہ صحابہ کرامؓ نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد نہ صرف اس پر اجماع کیا بلکہ اسے اہم ترین فرض قرار دیا اور اسے آپ ﷺ کی تدفین پر مقدم کیا، اور تمام ادوار میں لوگ اس فرض کی انجام دہی پر کاربند رہے"۔

پھر جب یہ واضح ہو گیا کہ عمر فاروقؓ اپنے اوپر ہونے والے وار کے زخم سے شہادت پا جائیں گے تو آپؓ نے چھ عشرہ مبشرہ صحابہؓ (وہ صحابہ جن کو دنیا میں ہی رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دے دی تھی) کو خلیفہ کے امیدوار کے طور پر نامزد کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ تین دن کے اندر اندر آپس میں سے کسی ایک کے خلیفہ ہونے پر متفق ہو جائیں، اور اگر تین دن بعد اِن چھ نامزد لوگوں میں سے جس نے بھی اکثریت کے طے کردہ خلیفہ کے انتخاب سے اختلاف کیا تو اُسے قتل کر دیا جائے۔

اس حکم کو صحابہ کرامؓ نے دیکھا اور سنا، اور ان میں سے کسی نے بھی اسے چیلنج نہیں کیا کہ کسی مسلمان کو ناحق قتل نہیں کیا جا سکتا جبکہ یہاں تو معاملہ عشرہ مبشرہ صحابیؓ کے قتل کا تھا، لہٰذا اسے صحابہ کرامؓ کا اجماع سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح انہوں نے نئے خلیفہ کے تقرر کے لیے اپنے دن رات ایک کر دیے اور تین دن اور راتوں میں حضرت عثمانؓ کو خلیفہ منتخب کر لیا۔

ابن کثیر نے کتاب البدایہ والنہایہ میں ذکر کیا ہے، فلما كانت الليلة التي يسفر صباحها عن اليوم الرابع من موت عمر، جاء - عبد الرحمن بن عوف - إلى منزل ابن أخته المسور بن مخرمة فقال: أنائم يا مسور؟ والله لَم أغتمض بكثير نوم منذ ثلاث "جب وہ رات کہ جس کی صبح عمرؓ کی وفات کا چوتھا دن تھا، تو عبدالرحمٰن بن عوفؓ اپنے بھتیجے مِسور بن مخرمہ کے گھر آئے اور کہا: تم سو رہے ہو، اے مِسور؟ اللہ کی قسم! مجھے پچھلی تین کے دوران زیادہ نیند نہیں آئی"۔ یعنی آخری تین راتوں کے دوران۔ اور جب لوگوں نے فجر کی نماز پڑھی تو عثمانؓ کی بیعت کر لی گئی۔

بخاری نے مِسور بن مخرمہ سے روایت کی ہے کہ، طَرَقَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بَعْدَ هَجْعٍ مِنْ اللَّيْلِ، فَضَرَبَ الْبَابَ حَتَّى اسْتَيْقَظْتُ، فَقَالَ أَرَاكَ نَائِمًا، فَوَاللَّهِ مَا اكْتَحَلْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ بِكَبِيرِ نَوْمٍ "رات کا کچھ حصہ گزر جانے کے بعد عبدالرحمٰن نے مجھے پکارا اور میرے دروازے پر دستک دی یہاں تک کہ میں اٹھ گیا، انہوں نے مجھ سے کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تم سو رہے ہو! اللہ کی قسم! پچھلی تین راتوں میں میں پوری طرح سے سو نہیں پایا"۔

تو یہ تھا خلافت کی فرضیت کو پورا کرنے کے معاملے میں صحابہ کرامؓ کا عمل۔ تو ہمیں کیسا ہونا چاہیے جبکہ ہم صحابہ کرامؓ کو رہنمائی کرنے والے روشن ستارے مانتے ہیں؟

اے مسلمانو! خلافت کا قیام در حقیقت ایک اجتماعی فریضہ ہے، تاہم اگر یہ پورا نہیں ہوتا، تو ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اس کو قائم کرنے کے لیے کام کرے

خلافت کے قیام کا فرض ایک اجتماعی فرض ہے۔ اگر ہم میں سے کچھ لوگ اس فرض کو پورا کر دیتے ہیں تو باقی لوگ اس ذمہ داری سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ تاہم، اگر یہ فرض پورا نہیں ہوتا، تو ہم سب کا اسے دوبارہ قائم کرنے کے لیے کام کرنا لازم ہے، جب تک کہ یہ فرض پورا نہیں ہو جاتا۔

حنفی عالم، ابوالیُسر بزدوی، جو 493ھ میں فوت ہوئے، فرماتے ہیں کہ، قال عامَّةُ أهلِ القِبْلةِ يَجِبُ على النَّاسِ أن يَختاروا واحِدًا للإمامةِ، ويُفتَرَضُ عليهم إلَّا أنَّه فَرْضُ كِفايةٍ، إن قامَ به البَعضُ سَقَطَ عنِ الباقين. "پہلی نسل نے عام طور پر کہا ہے کہ لوگوں پر فرض ہے کہ وہ امامت (خلافت) کے لیے کسی ایک کا انتخاب کریں۔ یہ عمل ان پر واجب ہے اگرچہ یہ فرض کفایہ ہے۔ پس اگر کچھ لوگ اس فرض کو پورا کرلیتے ہیں تو باقی لوگوں سے یہ فرض ساقط ہو جائے گا"

ابو عمرو الدانی، (سنِ وفات 444 ہجری) نے اپنی تصنیف 'الرسالہ الوافیہ' میں بیان کیا ہے، إقامةُ الإمامِ مَعَ القُدرةِ والإمكانِ فرضٌ على الأمَّةِ لا يَسعُهم جَهْلُه والتخَلُّفُ عنه، وإقامَتُه إلى أهلِ الحَلِّ والعَقدِ من الأمَّةِ دونَ النَّصِّ من رَسولِ اللهِ ﷺ، وفَرضُ إقامَتِه من فُروضِ الكِفايةِ، فإذا قامَ به البَعضُ سَقَطَ عنِ الباقينَ. "استطاعت اور صلاحیت کے حامل امام (خلیفہ) کا تقرر امت پر ایک ایسا فرض ہے جس سے وہ نہ تو غفلت برت سکتے ہیں اور نہ ہی پیچھے ہٹ سکتے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے تحت اس (خلیفہ) کا قیام امت میں سے اہلِ حل وعقد کی ذمہ داری ہے، اور اس (خلیفہ) کے قیام کا فرض، ایک فرضِ کفایہ ہے یعنی اگر کچھ لوگ اس فرض کو پورا کردیں تو باقیوں سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے۔"

خلافت 3 مارچ 1924 عیسوی، بمطابق 28 رجب 1342 ہجری کو منہدم ہوئی۔ اس طرح خلافت کے قیام کا فرض سو ہجری سال گزر جانے کے بعد بھی پورا نہیں ہوا، اور سو عیسوی سال بھی پورا ہونے والے ہیں۔ تو ہم میں سے کون ہے جو ابھی بھی خلافت کے دوبارہ قیام کے لیے کام نہیں کر رہا؟!

اے تمام مسلمانو اور ان میں اہلِ اثر حضرات اور قوت وطاقت کے حامل افراد!

چاہئے کہ ہمارے رب نے ہمیں جو سنہری موقع فراہم کیا ہے اس سے فائدہ اٹھائیں اور اسے ہاتھ سے جانے نہ دیں ورنہ قیامت کے دن ہمیں پچھتانا پڑے گا۔

خلافت ہمارے معاملات کو اس طریقے سے ترتیب دے گی جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ خلافت میں آئین کا ہر ہر قانون اور ایک ایک آرٹیکل قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ سے اخذ کیا جائے گا۔ ہر وہ کام جس کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے، وہ پورا کیا جائے گا، جبکہ ہر وہ معاملہ جس سے انہوں نے روک دیا ہے وہ حرام ہو گا۔

مشہور مجدد امام غزالی (سنِ وفات 505 ہجری) اپنی تصنیف 'الاقتصاد في الاعتقاد' میں بیان کرتے ہیں، في بَيانِ وُجوبِ نَصْبِ الإمامِ ... نُقيمُ البُرهانَ القَطعيَّ الشَّرعيَّ على وُجوبِه، ولَسْنا نكتَفي بما فيه من إجْماعِ الأمَّةِ، بَل نُنَبِّهُ على مُستَنَدِ الإجْماعِ، ونَقولُ: نِظامُ أمرِ الدِّينِ مَقصودٌ لصاحِبِ الشَّرعِ عليه السَّلامُ قَطعًا، وهذه مُقدِّمةٌ قَطعيَّةٌ لا يُتَصَوَّرُ النِّزاعُ فيها، ونُضيفُ إليها مُقدِّمةً أخرَى، وهو أنَّه لا يَحصُلُ نِظامُ الدِّينِ إلَّا بإمامٍ مُطاعٍ، فيَحصُلُ من المُقدِّمَتَينِ صِحَّةُ الدَّعوَى، وهو وُجوبُ نَصْبِ الإمامِ۔ "امام کے تقرر کے واجب ہونے کا بیان... ہم اس کے واجب ہونے کا قطعی شرعی ثبوت پیش کرتے ہیں اور ہم صرف امت کے اجماع کی دلیل پر اکتفاء نہیں کرتے، بلکہ ہم اس اجماع کی بنیاد کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم کہتے ہیں: دین کے امور کی تنظیم یقیناً صاحبِ شریعت یعنی نبی کریم ﷺ (کے بھیجے جانے) کا ایک قطعی مقصد ہے۔ یہ ایک ایسی قطعی بات ہے جس کے بارے میں کوئی اختلاف تصور نہیں کیا جا سکتا، اور ہم اس میں ایک اور زاویے کا بھی اضافہ کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ دین کے امور کی تنظیم صرف اس امام (خلیفہ) کے ذریعے ہی ہو سکتی ہے جس کی بات مانی جائے، لہٰذا یہ دعویٰ کہ امام (خلیفہ) کی تقرری واجب ہے ان دو زاویوں سے ثابت ہوتا ہے۔"

خلافت کے ذریعے ہی ہم امت کو یکجا کریں گے، لوگوں کے حقوق کو قائم کریں گے، دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنائیں گے، مسلح افواج کو اسلام کے مقدسات کے تحفظ کے لیے اس کے ضروری کردار کی طرف لوٹائیں گے۔ یہ ہماری گردنوں پر ایک فرض ہے اور اگر ہم اسے پورا کریں گے تو اللہ عزوجل کی خوشنودی ہماری منتظر ہے۔ تاہم اگر ہم نے تاخیر کی اور اس فرض کی ادائیگی سے منہ موڑ لیا تو ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے اس حال میں پیش ہوں گے کہ ہمارے پاس اپنے دفاع میں کہنے کے لیے کچھ نہیں ہو گا۔

وہ لوگ جن پر معاملات کی سچائی واضح ہے اور جن کے دل یہ جان کر خوف سے کانپ جاتے ہیں کہ انہوں نے اس فریضے سے کوتاہی کی ہے، اُنہیں اب لازمی اس فرض کو پورا کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کرنا ہے۔ یہ مشاہدے اور تجزیے کا وقت نہیں ہے۔ یہ اعمال کی انجام دہی، بہادرانہ موقف اور قربانی کا وقت ہے۔ یہی وہ ردِ عمل ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نَصر کے حصول کا باعث بنتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا،

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ

"اے ایمان والوا گر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے، تو اللہ تمہاری مدد کرے گا، اور تمہارے قدم جمادے گا۔" (سورۃ محمد، 47:7)

فہرست

چھوٹی چھوٹی باتیں

ہماری زندگی میں ایسی صبح بھی آتی ہیں جب ہم اُٹھنا ہی نہ چاہتے ہوں۔ ہم اپنے آرام دہ بستر سے ہی باہر نہ نکلنا چاہتے ہوں۔ حتیٰ کہ ہم یہ بھی نہ چاہتے ہوں کہ دن کا آغاز بھی ہو۔ کچھ دن ایسے ہو جاتے ہیں۔ تو پھر کیا ہم بستر میں ہی پڑے رہتے ہیں؟ نہیں، ہم اُٹھ جاتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ 20 منٹ بعد لیکن آخر ہم اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ جیسے ہی ہم اُٹھ جاتے ہیں تو ہم جلد از جلد اپنے کام نمٹانے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ کہیں ہمیں دیر نہ ہو جائے۔ ہم نہانے کی طرف دوڑتے ہیں، جلدی میں کپڑوں کی الماری ٹٹولتے ہیں، اور تیار ہو جاتے ہیں، ناشتہ بھی چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ اب اس کا وَقت ہی کہاں بچا ہے، اپنی گاڑی کی طرف یا پھر بس پکڑنے کے لئے دوڑتے ہیں یا پھر جلدی سے اپنے بچوں کو روانہ کرتے ہیں۔

کیا کچھ ایسا ہی نہیں ہوتا؟

ایسے لوگ جنہیں خود اپنی سواری میں کام پر جانا ہوتا ہے، وہ ٹریفک جام میں پھنس بھی سکتے ہیں۔ ہم تلملانے لگتے ہیں اور بار بار وقت دیکھتے ہیں۔ جب ہم اپنے آگے ٹریفک میں پھنسی گاڑیوں کی لمبی قطار کی طرف دیکھتے ہیں تو گاڑی میں قرآن پاک کی تلاوت لگا لیتے ہیں، کہ شاید اس سے ہمیں کچھ سکون و اطمینان مل سکے۔ اور جو نہی ہم اپنے دفتر میں پہنچتے ہیں تو ہمارے کچھ ساتھی ہمیں مُسکرا کر "صبح بخیر!" کہتے ہیں اور ایسے میں ہم خود سے کہہ رہے ہوتے ہیں " استغفراللہ العظیم؛ یہ کوئی وقت ہے صبح بخیر کا؟ میں نے تو اب تک اپنی کافی بھی نہیں لی ہے"۔

یہ چھوٹی چھوٹی باتیں!

ذرا غور کریں تو یہ ہمارے روزمرّہ معمول کے انتہائی چھوٹے اور معمولی دکھائی دینے والے اعمال ہماری زندگیوں پر کتنا بڑا اثر رکھتے ہیں۔ معمولاتِ زندگی کے یہ چند چھوٹے اور معمولی اعمال ہی ہیں جو ہماری زندگی کا محوَر بدل

کرر کھ دیتے ہیں، ہمارے مستقبل کی سمت بدل دیتے ہیں اور نتیجتاً ہماری آخرت کی زندگی کو بھی بدل دیتے ہیں۔ یہی حقیر، معمولی اور بظاہر چھوٹے نظر آنے والے اعمال جو ہم آئے روز انجام دیتے ہیں، ہمارے احساسات وجذبات اور انداز واطوار کو تشکیل دیتے ہیں اور کامیابی یا ناکامی کے راستے پر ڈالتے ہیں۔ ان اعمال کا ہمارے ساتھ ایک براہِ راست تعلق ہوتا ہے، کہ ہم اپنے آپ کو کس مقام پر دیکھنا چاہتے ہیں اور اب اپنے آپ کے بارے میں کیسا محسوس کر رہے ہوتے ہیں اور یوں اس سب کا براہِ راست اثر ہمارے اگلے اہداف پر ہوتا ہے، یعنی اپنے اور دوسروں کے مستقبل کے بارے میں ہمارا وژن اور اس طرح عمومی طور پر معاشرے پر ایک گہرا اثر پڑ رہا ہوتا ہے۔

آیئے اب ایک اور کوشش کرتے ہیں اور انہی مناظر کو ایک اور پہلو سے دیکھتے ہیں!

ہم صبح کو جاگیں اور ذکرِ الٰہی سے اپنے دن کا آغاز کریں، کیونکہ یقیناً ہمیں عجلت اور بے صبری میں گھر سے نکلنے کی جلدی نہیں۔ ہم سکون سے نہائیں دھوئیں، کپڑے بدل کر تیار ہوں جو کہ ہم نے پچھلی رات ہی تیار کر لیے تھے، اپنی کافی تیار کریں اور تسلی سے ناشتہ کریں اور پھر دفتر کی جانب روانہ ہوں۔ اس دوران، ہم شاید بچوں کو بھی سکول کے لئے تیار کر چکے ہوں گے، اُن کے ساتھ کچھ دیر خوش گپیاں بھی کر چکے ہوں گے اور سکول کے راستے پر بھی اُن کے ہمراہ رہے ہوں گے۔

ہم اپنی کار میں بیٹھیں، قرآن کی تلاوت لگائیں اور صبح کی ٹریفک میں دِھیرے دِھیرے دفتر کی طرف جاتے ہوئے قرآنِ کریم کو انتہائی خُشوع سے سُنیں ...... دفتر پہنچیں اور ساتھیوں کو "صبح بخیر" کہیں۔

یہ بھی چھوٹی چھوٹی باتیں ہی تو ہیں!

انفرادی طور پر ہماری تو دُنیا ہی بدل گئی ...... اور ہمارے اِرد گرد والوں کی بھی۔ آج کی دُنیا میں اگر ہم اُمت پر نگاہ ڈالیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہ مدہوش سو رہی ہے۔ کچھ ایسے ہیں جن پر کوئی بھی ذمہ داری نہیں ہے ...... یونہی بے مقصد زندگی کے دن گزارتے جا رہے ہیں۔ وہ دُنیاوی خواہشات میں، دُنیا کی لذّتوں میں ڈُوبے، انہی

چھوٹی چھوٹی باتوں میں کھوئے ہوئے ہیں۔ جو کچھ اُن کے ساتھ اور آس پاس ہو رہا ہے وہ اس سے بے پرواہ ہو کر بے حسی کے ساتھ اسی دنیا میں ڈوبتے جا رہے ہیں۔

نہ صرف اُمت کے لئے بلکہ پوری دُنیا کے لئے، ایک داعی کے طور پر خصوصاً اور ایک مسلمان کے طور پر عموماً ،ہماری ایک ذمہ داری ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ﴾

"اور ہم نے آپ (محمد ﷺ) کو سارے لوگوں کے لئے خوشی اور ڈر سُنانے کے واسطے بھیجا"(سبا:28)

ہمارے کندھوں پر نہ صرف یہ ذمہ داری ہے کہ اُمت پر جو افتاد آن پڑی ہے، اسے ہم دور کریں اور امت کی حفاظت کریں بلکہ یہ ذمہ داری بھی ہے کہ اسلام کا پیغام پوری دُنیا تک پھیلائیں۔ اور یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے جس کے لئے ہم روزِ آخرت یعنی حساب کتاب کے دن جوابدہ ہوں گے۔ اس روز اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سے ہر اُس عمل کی بابت سوال کریں گے جو کہ ہم نے کیا ہوگا یا نہیں کیا ہوگا، چاہے وہ کوئی بڑی بات ہو یا چھوٹی سی بات۔

جی ہاں، یہ ایک بہت بڑا بار ہے جو کہ لے کر چلنا ہے اور ایسی ذمہ داری ہے جسے مستقل مزاجی، استقامت، مضبوطی اور حوصلہ کے ساتھ ادا کرنے کی ضرورت ہے، کہ ہم اپنا پورا وقت اور توانائی بہترین قسم کے داعیوں جیسا بننے میں صَرف کردیں۔ یہ دس گنا زیادہ مشکل ہے، اگر آپ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو درست نہ کریں۔ یہ آپ کو پیچھے کھینچ لیں گی اور آپ کو سُست کر ڈالیں گی۔ ہمیں یہ ذمہ داری لینے کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے روزمرہ کے کاموں میں چھوٹی چھوٹی اچھی عادتیں بنالیں، اپنے مقصد طے کریں اور اپنے آپ کو اس کام میں کھپا دیں جو ہمارے لیے آسان نہیں ہے، ہمیں ایک بار پھر اُمت کو جگانا ہے، کندھے سے کندھا ملائے اور ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے کیونکہ تب ہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس اُمت کو وہ مقام عطا کریں گے جس کی وہ حقدار ہے۔ پھر ہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس امت کو پوری دنیا کو بدلنے کی قوت و طاقت عطا کریں گے، تاکہ ہم اس نُور کو آگے لے کر بڑھیں اور انسانیت کو اس مصائب و مشکلات کی حالت سے بچا سکیں جس میں وہ اب رہ رہی ہے۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم یہ کام شروع کریں اور اس میں کوشش جاری رکھیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُۥٓ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴾

"اور بے شک اللہ اُن کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔ بے شک اللہ زبردست اور زور والا ہے"(الحج:40)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ روزانہ کے معمولات میں کمال حاصل کرنے میں ہماری مدد کریں تاکہ ہم اللہ سبحانہ وتعالی کے اس پیغام، اس دعوت کو پوری طاقت سے پہنچا سکیں۔ آمین!

فہرست

بیماری سے بچاؤ ایک فرض ہے، اور اس حوالے سے غفلت فرض کی انجام دہی میں ناکامی ہے

بلال مہاجر، پاکستان

"ڈبلیو ایچ او اور اس کے شراکت دار ایک عالمی نیٹ ورک شروع کر رہے ہیں تاکہ پیتھو جین جینو مکس کی طاقت کے ذریعے لوگوں کو متعدی بیماریوں کے خطرات سے بچانے میں مدد کی جائے۔ بین الاقوامی پیتھوجن سرویلنس نیٹ ورک (IPSN) ایک پلیٹ فارم فراہم کرے گا جو مختلف ممالک اور خطوں کو جوڑنے، نمونے جمع کرنے اور ان کا تجزیہ کرنے کے نظام کو بہتر بنانے، ڈیٹا کے استعمال کے ذریعے صحت عامہ کے بارے میں فیصلہ سازی کرنے، اور اس معلومات کو زیادہ وسیع پیمانے پر شیئر کرنے میں مدد مہیا کرے گا۔ ان معلومات کی مدد سے، سائنس دان اور صحت عامہ کے اہلکار بیماریوں کی شناخت اور ان کا سراغ لگا سکتے ہیں اور ایک وسیع تر بیماریوں کی نگرانی کے نظام کے ذریعے ان بیماریوں کو پھیلنے سے روک اور ان کا جواب دے سکیں گے، اور ان کا علاج اور ویکسین تیار کر سکیں گے۔ آئی پی ایس این مختلف علاقوں اور بیماری سے متعلق مخصوص نیٹ ورکس کو جوڑ کر ایک عالمی نیٹ ورک کے ذریعے ان چیلنجز کا مقابلہ کرے گا تاکہ ایک باہمی تعاون پر مبنی نظام قائم ہو اور ان بیماریوں کے خطرات کا بہتر طور پر پتہ لگایا جا سکے، اور ان کی روک تھام ہو سکے" (ڈبلیو ایچ او)۔

اس رپورٹ کو پڑھنے والے تصور کر سکتے ہیں کہ عالمی ادارہ صحت لوگوں کی صحت کے بارے میں حقیقی طور پر فکر مند ہے۔ قاری یہ بھی سوچ سکتا ہے کہ ڈبلیو ایچ او متعدی بیماریوں اور مہلک وبائی امراض سے نمٹنے کے لیے اپنی جدوجہد میں سنجیدہ ہے۔ تاہم، کورونا وائرس کی وبا نے عام لوگوں اور ماہرین دونوں کے سامنے اس ادارے کے ناکامی ثابت کر دی ہے۔ یہ ادارہ اپنے صحت کے نظام اور بڑے ممالک سمیت دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلی ہوئی شاخوں، اس کے اداروں اور طبّی عملہ کے باوجود بھی بے بس، کرپٹ اور ناکام ثابت ہوا۔ اس ادارے کی کوشش دراصل مادی

فوائد کے حصول پر مرکوز ہے۔ یہ ادارہ بڑی طاقتوں کے سیکورٹی اور سیاسی مقاصد کے لیے لوگوں کی تکالیف کا استحصال کرتا ہے۔ صحت کے نقطہ نظر سے لوگوں کے مفادات کا خیال رکھنا تو بہت دور کی بات ہے۔

دنیا کے مختلف ممالک میں صحت کا ریاستی نظام مختلف قومی معاشی، ابلاغ اور ثقافتی وسائل کو استعمال کرتا رہا ہے۔ تاہم ریاستی صحت کے نظاموں نے ان بے پناہ وسائل کو بہترین اور اعلیٰ ترین ترجیحی امور پر استعمال نہیں کیا جو کہ بیماریوں اور وباؤں کے ظہور اور پھیلاؤ کو پھیلنے سے پہلے ہی روکنا ہے۔ اس میں لوگوں کو بیماریوں سے بچاؤ کی بنیادی باتوں سے آگاہ کرنا بھی شامل ہے۔ اسی طرح اس معاملے میں ایسے قوانین اور قواعد بنانا بھی شامل ہیں جو ریاست کو ضروری اقدامات کی پابند کرے۔ لیکن ہوا کیا، دنیا کی حکومتوں نے کورونا وائرس کی وبا اور بیماری سے بچاؤ کے تصور کو اپنے فائدے کیلئے استعمال کیا، انھوں نے ایسے قوانین اور پالیسیاں بنائیں، جو لوگوں کی "آزادیوں" کو محدود کرتی ہیں اور ساتھ ہی بد عنوان حکومتوں کو جوابدہ ٹھہرانے کے لوگوں کے حق کو بھی محدود کرتی ہیں۔ انہوں نے فارماسیوٹیکل کمپنیوں اور ہسپتالوں کو لوگوں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھانے کے قابل بنایا، اور اس طرح بھاری منافع کمایا گیا۔

اسلام نے مسلمان پر اپنی صحت کا خیال رکھنا فرض کیا ہے۔ اسلام نے ریاست کو اس بات کا پابند کیا ہے کہ وہ لوگوں کو صحت کے حوالے سے درست مشورے دے کر ان کی صحت کا خیال رکھے۔ اس پہلو کے حوالے سے ریاست کی ناکامی حرام ہے۔ یہ ناکامی ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ مسلمان کے لیے حرام ہے کہ وہ اس جسم کو نقصان پہنچا کر تباہ کرے ، جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کے سپرد کیا ہے۔ عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ "دو نعمتیں ایسی ہیں جنہیں اکثر لوگ ضائع کرتے ہیں، صحت اور فارغ وقت۔" (بخاری)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **سَلُوا اللَّهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فَإِنَّ أَحَدًا لَمْ يُعْطَ بَعْدَ الْيَقِينِ خَيْرًا مِنَ الْعَافِيَةِ "اللہ سے بخشش اور تندرستی مانگو، کیونکہ کسی کو ایمان کی دولت نصیب ہو جانے کے بعد تندرستی سے بہتر کوئی چیز عطا نہیں کی گئی۔"** (ترمذی)

صحت کا خیال رکھنا علاج سے مختلف ہے۔ فقہا کا صحت کا خیال رکھنے کے جائز (جائز)، مستحب (مندوب) یا واجب (فرض) ہونے میں اختلاف ہے۔اس کا تعلق مسلمان کے اپنے فرائض کی انجام دہی اور اسباب و تعلق پر غور کرنے کے حوالے سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس زندگی میں جو کچھ اس پر عائد کیا ہے اس کی پابندی سے ہے۔اس میں وہ روک تھام یعنی احتیاط بھی شامل ہے جو جسم کو بیماریوں اور نقصان سے بچاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **لا ضَرَرَ ولا ضِرَارَ "نہ (ابتداءً) کسی کو نقصان پہنچانا اور نہ بدلے کے طور پر نقصان پہنچانا جائز ہے۔"** (موطا/ابن ماجہ)

وجوہات پر غور کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ڈاکٹروں کی ہدایات کو عام طور پر مدِ نظر نہیں رکھا جاتا ہے، کیونکہ وہ صرف طبّی نظریات ہیں، جبکہ عالمی صحت کے نظام کی ناکامی تجربے سے ثابت ہو چکی ہے۔ڈاکٹر ایسے علاج تجویز کرتے ہیں جو مریض کو نقصان پہنچاتے ہیں اور صرف ہسپتالوں اور ادویات بنانے والوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ یہ صورتحال اس نقطہ پر پہنچ گئی ہے کہ ڈاکٹروں کی سفارشات کے نتیجے میں کارڈیک کیتھیٹرائزیشن(cardiac catheterization)اور اوپن ہارٹ سرجری بار بار ہو رہی ہے۔یہ کسی بھی مریض کی صحت کے لیے خطرناک طریقہ کار ہیں۔ مریض کے لیے سستے اور بہت کم تکلیف دہ متبادل موجود ہیں۔ شوگر، دل، دمہ اور موٹاپے جیسی دائمی بیماریوں کے لیے نسخے مریض کو زندگی بھر دوائیوں کے استعمال پر مجبور کر دیتے ہیں، یا اکثر ان ادویات کے منفی اثرات مریض کو ہلاک کر دیتے ہیں۔۔ یہ صورتحال اس وقت ہے جبکہ ڈاکٹر جانتے ہیں کہ نسخے کی دوائیں نہیں بلکہ صحت مند عادات ان بیماریوں کو روکتی ہیں اور ان کا علاج کرتی ہیں۔

صحت کے عالمی نظام کی بد عنوانی اور اس میں کام کرنے والے طبّی عملے کی بد عنوانی کے باوجود، کوئی بھی مسلمان اپنی صحت کی دیکھ بھال کی ذمہ داری سے بری نہیں ہو جاتا۔اسے یقینی بنانا چاہیے کہ وہ بیماریوں سے محفوظ رہے۔ جسم اللہ عزوجل کی امانت ہے۔اس کی دیکھ بھال کرنے سے، مسلمان کو اللہ کی اطاعت اور فرائض کی ادائیگی کے لیے سب سے زیادہ کامل طریقے سے تقویت ملتی ہے۔ یہ قول کہ ”موت کا ایک دن مقرر ہے“ کا غلط استعمال نہیں کیا جانا چاہیے۔لاپرواہی اسلامی شخصیت کی خصوصیت نہیں ہے۔ مسلمان کی تعریف سنجیدہ سوچ سے ہوتی ہے۔اسباب پر غور کرنا فرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **اَلْمُؤْمِنُ اَلْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اَللَّهِ مِنْ اَلْمُؤْمِنِ**

اَلضَّعِيفِ, وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ, اِحْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ, وَاسْتَعِنْ بِاَللَّهِ, وَلَا تَعْجَزْ "قوی مومن ، ضعیف مومن سے بہتر ہے نیز وہ اللہ کو زیادہ پسند ہے، اور سب (مومنوں) میں خیر ہے، تو اپنے لیے نفع بخش چیز کے لیے محنت و کوشش کر اور اللہ سے مدد طلب کر اور عاجزی و سستی نہ کر" (مسلم)۔

فہرست

مغربی تجربیت اور مذہب کی زندگی سے علیحدگی (حصہ دوئم)

فائق نجاح، پاکستان

مادیت پرستی کے ساتھ مغرب کا سمجھوتہ

مادیت پرستی کے خطرے کو فکری طور پر شکست دینے سے قاصر ہو جانے کے بعد مسیحی مفکرین نے پھر دفاعی نکتہٗ نظر اختیار کیا تاکہ وہ عیسائیت اور مادیت پرستی کے درمیان سمجھوتے کے طور پر کام کرے۔ بارہویں صدی ہجری میں عیسائی مفکرین نے یونانی عقلیت پرستی کی جگہ مغربی تجربیت کو اپنا لیا، جس نے ہر اس چیز کو سختی کے ساتھ حسی ادراک تک محدود کر دیا، جسے یقینی طور پر جانا جا سکتا ہو۔ اس طرح سے مذہبی بحث فکری دائرے سے ہی خارج ہو گئی۔ عیسائی مفکرین نے ایسا اپنے مذہب کو نقصان پہنچانے کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے یہ صرف اسے مادیت پرستوں کے فکری حملوں سے بچانے کے لئے کیا۔ خالق پر ایمان رکھنے کو وہ ایک واضح اور فطری (intuitive) معاملہ سمجھتے تھے جسے مادیت پرستوں کی دانشوری نے غیر ضروری طور پر اُلجھا کر رکھ دیا تھا۔ بہر حال مغربی تجربیت کا نظریہ خالق کے وجود پر عوام الناس کی بحث کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن اس سمجھوتہ کے اگلا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے مذہب کو ہی زندگی سے علیحٰدہ کر ڈالا۔ مغرب نے مؤثر طریقے سے عیسائیت کو ایک نئے عقیدے سے بدل دیا تھا۔ اس نئے مغربی عقیدہ کے مطابق، صرف اس دنیا کی زندگی کو ہی یقینی طور پر جانا جا سکتا ہے اور یہ کہ اس دنیا میں انسانوں کے امور کو منظم کرتے ہوئے اس دنیا سے باہر کی کسی چیز پر کوئی دھیان نہیں دینا چاہئے۔ اس کائنات سے آگے کیا ہے، اس کا ادراک ہر شخص پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ خود انفرادی طور پر اپنے لئے اس کا تعین کرے۔

مغرب میں ایسے لوگ ہیں جو مغربی فکر پر گزرنے والے مراحل کا تجزیہ پیش کرتے ہیں، جیسا کہ وِل ڈیورنٹ (Will Durant) اپنی تصنیف "تہذیبوں کی داستان" (The Story of Civilization) میں اور رولینڈ این سٹرومبرگ (Roland N. Stromberg) اپنی تصنیف "1789ء سے آج تک یورپ

کی فکری تاریخ" (European Intellectual History Since 1789) میں ، جس میں سٹرومبرگ نے ان مراحل کو قرونِ وسطیٰ (Middle Ages)، احیاء کا دور (Renaissance)، اصلاحی دور (Reformation) اور بروک دور (Baroque period) میں تقسیم کیا ہے۔ سٹرومبرگ کے مطابق، بروک دور کا فلسفہ یورپ کے احیاء کے بعد کے دور کا ہے، یا پھر ایک اور نکتۂ نظر سے، یہ مذہبی اصلاحی تحریک کے بعد کا دور ہے، جو تقریباً 1570ء میں شروع ہوا اور 1650ء کے بعد بھی جاری رہا۔ اس کے بعد سٹرومبرگ سترہویں صدی کو منطقی استدلال کے دور کے طور پر اجاگر کرتے ہوئے کہتا ہے، "اصلاحی دور کے خوفناک بحران سے شدید متاثر ہو کر یورپ سترہویں صدی کے سائنسی اور فکری احیاء کو سامنے لے آیا"۔ سٹرومبرگ، سترہویں صدی عیسوی کو منطقی استدلال کا دور (age of reasoning) قرار دینے کے حق میں وہ دیگر مفکرین جیسے گلیلیو، نیوٹن، ڈیسکارٹس، سپینوزا، ہوبز، لوک اور لیبنیز (Galileo, Newton, Descartes, Spinoza, Hobbes, Locke and Leibniz) کا حوالہ دیتا ہے۔ پھر انیسویں صدی عیسوی کے نظریاتی کردار کے بارے میں بات کرنے سے پہلے سٹرومبرگ "دانشورانہ تاریخ کے اس غیر معمولی دور، یعنی اٹھارہویں صدی کی روشن خیالی (Enlightenment)" پر زور دیتا ہے۔

یورپ نے سولہویں اور سترہویں صدی عیسوی سے زندگی اور علم پر چرچ کے کنٹرول سے نجات میں اپنے احیاء (renaissance) کی راہ دیکھی۔ مفکرین اور فلسفیوں نے، جنہیں "روشن خیالی" (Enlightenment) کی خصوصیت سے منسوب کیا جاتا ہے، اس احیاء کی فکری بنیادیں رکھیں۔ انہوں نے اس کی بنیاد نا صرف ریاست بلکہ زندگی کو بھی مذہب اور اخلاقی اقدار سے الگ کرنے کے سیکولر اصول پر رکھی۔ بہت سے معاملات میں یہ مفکرین ہی تھے جنہوں نے تجرباتی سائنسی طریقہ کار کی بنیادیں رکھی، جیسے فرانسس بیکن (Francis Bacon)، رینے ڈیکارٹ (René Descartes) اور بلیز پاسکل (Blaise Pascal) وغیرہ۔ لہٰذا، سائنسی طریقہ کار اور سیکولرازم کے درمیان ایک کڑی نظر آنا ایک فطری امر تھا، جس نے سائنس کے قطب نما کو ایک خاص سمت کی جانب گامزن کیا۔ اس کے ساتھ ہی مغرب نے سائنس کو علم کے ایک واحد ذریعے اور طریقے کے طور پر لیا، یہاں تک کہ وہ

دوسرے تمام علوم پر حاوی ہو گیا۔ چنانچہ سائنس اور سیکولرازم کے درمیان خدمت کا باہمی تبادلہ ہوا، جس نے ایک ایسی صورتحال کو جنم دیا جہاں ڈارون کے نظریہ جیسے بہت سے سائنسی اصولوں کی سائنسی قدر کے بارے میں بڑے سوالیہ نشان اور شکوک وشبہات موجود ہیں۔ انہوں نے سائنس کو بس ایک ایسی سمت میں محدود کردیا کہ محض دنیا کا مادی پہلو ہی اس کا واحد میدان ہو، جس کا بحیثیت فطرت، انسانی علم احاطہ کرے۔ اس کا فطرت کے ساتھ تعامل کا طریقہ بھی حسی وتجرباتی ہے۔ اور اس کا اعلان کردہ ہدف یہ ہے جو انسان کو فائدہ پہنچائے اسے حاصل کیا جائے۔ اس لیے ضروری تھا کہ "قدیم" فلسفیانہ علم اور نظریات کو ترک کر دیا جائے جنہیں وہ غیر مفید سمجھتے تھے، جیسے رسمی منطق(formal logic)اور تشبیہ(analogy)جو محض نتائج تک پہنچنے کے سوا کچھ نہیں کرتے۔ مزید یہ کہ یہ تجرباتی طریقہ کار مجموعی طور پر اور تفصیل کے ساتھ اس سب کو رد کرتا ہے جس کا تعلق غیب کے ساتھ ہے۔ اس میں ہر اس چیز سے مکمل اجنبیت ہے جس پر حس کام نہیں کرتی۔ لہذا افادیت پرستی(utilitarianism)سائنس اور فلسفے دونوں کا ایک مقصد بن گیا ہے، جب کہ مادیت پرستی (materialism) سائنس کا میدان ہے۔ یہ سیکولر آئیڈیالوجی کے ساتھ مکمل ہم آہنگی ہے۔ یہ واضح طور پر سائنس کو افادیت پرستی کے دائرے کے اندر رکھتے ہوئے اس کا انتظام کرنا ہے۔ اس لیے جنہیں سائنسی نظریہ دان دنیاوی مادی افادیت پرستانہ خیالات کے طور پر دیکھتے ہیں، ان کا استعمال کیا جا سکتا ہے اور انہیں لاگو کیا جا سکتا ہے۔ یوں سائنس اس دور کی روح کی اور اس کے فکری رجحانات کی اور مجموعی طور پر سیکولرازم کی اسیر تھی، اور سیکولرازم نے سائنس کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ یہ سیکولرازم اور تجرباتی وحسی سائنسی طریقہ کار کے درمیان خدمات کا باہمی تبادلہ ہے۔

اس نئے سمجھوتے کو تیزی سے اپنانے میں خود عیسائیت نے سہولت فراہم کی۔ مذہبی معاملات اور دنیاوی معاملات کے درمیان، اور روحانی اور مادی معاملات کے درمیان تقسیم کا تصور عیسائیت کے اندر رومی دور سے موجود تھا، جیسا کہ اوپر والے حصے میں بیان کیا جا چکا ہے۔ مذہبی اور دنیاوی معاملات کے حوالے سے خود عیسائیت کے اندر فطری تقسیم کے پائے جانے کی وجہ سے، مذہب کی زندگی سے علیحدگی کے سیکولر تصور نے شروع میں بہت کم عملی تبدیلی لائی۔ یورپ عیسائی تھا۔ اس کے لوگ عیسائی مذہب پر یقین رکھتے تھے اور عیسائی تعلیمات پر عمل کرتے تھے۔

انہوں نے اپنی ذاتی زندگی میں اپنے مذہب کی ہی پیروی جاری رکھنی تھی۔اس کے علاوہ،یورپی حکمران طبقہ عیسائی تھا، اور زندگی کے معاملات کے لیے ان کا مذہب جو بھی رہنمائی فراہم کرتا تھا،انہوں نے اسی کے مطابق حکومت کرتے رہنا تھا۔عیسائی تہذیب کے صدیوں پر محیط دور میں،یورپ کے لوگوں نے فطری قانون(natural law) کے نظریے کی پیروی کی جس کے مطابق وہ زندگی کے معاملات کے بارے میں اپنے خیالات کو مذہبی اور عقلی دونوں اعتبار سے درست سمجھتے تھے۔اگر مذہب کو الگ کر دیا جاتا تو بھی انہوں نے عقلی وجوہات کی بنا پر پہلے کی طرح عمل کیے جانا تھا۔فطری قانون کی بنیاد پر عیسائیوں کو عقلی طور پر اس بات پر یقین تھا کہ اختیار کسی ایک حکمران کو ہی سونپا جانا چاہیے، اور یہ کہ زنا ایک جرم ہے،اور یہ کہ 'کامنز'(commons) کے طور پر نامزد کردہ زمینوں کی نگرانی ریاست کی جانب سے عوامی ملکیت کے طور پر کی جانی چاہیئے تاکہ تمام لوگ اسے استعمال کر سکیں۔مذہب کے الگ ہونے کے فوراً بعد یہ خیالات تبدیل نہیں ہوئے۔تاہم،بعد میں،دہائیوں اور صدیوں کے دوران،زندگی کے بارے میں ان کے زیادہ تر خیالات بدل گئے۔عیسائی عقیدہ زندگی کے بارے میں عوامی مغربی سوچ کو مستحکم کرنے کے لیے اب مزید دستیاب نہیں تھا،اور ظاہر ہے،اب اسلامی تہذیب نے مغرب کو نقل کرنے کے لیے ایک نمونہ فراہم کرنا چھوڑ دیا تھا۔عوامی زندگی کے روحانی زندگی سے کٹ جانے کے بعد،مغرب کی مادیت پرستانہ مہم نے مزید شدت اختیار کی۔فطری قانون (natural law)کا نظریہ افادیت پرستی(utilitarianism) کے نظریہ کے پیچھے چھپتا چلا گیا جس کی جڑیں مادیت پرست فلسفے میں تھیں۔زندگی میں انسان کا مقصد اب صرف اس دنیا میں مادی لذتوں کی تلاش تک محدود ہو کر رہ گیا۔

لیکن سمجھوتے کے حل نے مادیت پرستی کو شکست نہیں دی۔مادیت پرستوں کو صرف مذہبی بحثوں سے روکا گیا اور اس کی بجائے آزادی اور جمہوریت کے قدیم کفریہ سیاسی نظریات جیسے غیر مذہبی افکار پر زور دیا گیا۔بارہویں صدی ہجری کا انقلابِ فرانس درحقیقت مادیت پرستوں کی حمایت یافتہ بغاوت تھی جس میں عوامی سطح پر اظہار صرف آزادی اور جمہوریت کا تھا۔برطانیہ کی تخریب کاری کی وجہ سے انقلاب سیاسی طور پر ناکام ہو گیا لیکن اس کے متعارف کرائے گئے نئے سیاسی افکار نے فرانس اور پورے مغرب میں وسیع پیمانے پر فکری قبولیت حاصل کی۔اور تیرہویں صدی ہجری

میں یونانی عقلیت پرستی (Greek Rationalism) کے مکمل طور پر دفن ہونے کے بعد، مادیت پرست ایک بار پھر مذہب کے موضوع کی جانب لوٹ آئے۔ کارل مارکس نے اپنی سائنسی مادیت کو تجرباتی فریم ورک کے اندر پیش کیا اور یہاں تک کہ خود تفکیر کو تجرباتی اصطلاحات میں یہ کہہ کر بیان کیا کہ یہ دماغ پر حقیقت کی عکاسی سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ پورے یورپ میں انقلابات کے خوف سے مغرب نے اپنا دوسرا سمجھوتہ کیا۔ مغرب نے آزادی اور جمہوریت کی ایسے ترمیم شدہ انفرادی اور رضاکارانہ صورتیں وضع کیں جو مغربی عقیدے کے مطابق تھیں اور مغربی نظام کے لیے خطرہ نہیں تھیں۔ مذہب کو زندگی سے الگ کرنے کے عقیدے کے ساتھ ان سیاسی افکار کو شامل کرنے سے اب مغربی سرمایہ دارانہ آئیڈیالوجی مکمل ہو چکی تھی اور عیسائی تہذیب مکمل طور پر ختم ہو چکی تھی۔ مغرب نے جو سمجھوتے کیے اس نے انہیں مادیت پرست فکر کی مطلق العنان ہولناکیوں سے بچالیا، یعنی اجتماعیت پرست اور عزم پرست کمیونسٹ آئیڈیالوجی اور اس کی آزادی اور جمہوریت کی خودساختہ مادیت پرست صورت سے، جو چودھویں صدی ہجری میں دنیا کے ایک بڑے حصے پر حاوی ہو گئی۔ لیکن یہ مغربی سرمایہ دارانہ آئیڈیالوجی ہی ہے جو دنیا میں سب سے حاوی رہی ہے اور آج موجود بیشتر برائیوں کی ذمہ دار ہے۔ نئی سرمایہ دارانہ آئیڈیالوجی نے مغرب میں سوچ کو بلند کیا، انہیں تقلید کرنے والوں اور نقل کرنے والوں سے اختراع کرنے والوں اور لیڈر بننے کی طرف موڑ دیا۔ لیکن وہ ایسے اختراعی اور لیڈر بنے جن کی تشکیل ایک غلط آئیڈیالوجی سے ہوئی جو مغربی معاشرے کے ساتھ ساتھ پوری دنیا میں بنی نوع انسان کا استحصال کرتی ہے۔ آزادی اور جمہوریت، اپنی نرم اشکال میں بھی، پوری انسانیت کے لیے آفات ہیں۔ سرمایہ داریت نے مغرب کے سابقہ عیسائی شہزادوں کی مذموم زیادتیوں کو پوری طرح سے بے نقاب کر دیا ہے۔ درحقیقت، تاریک دور (dark ages) سے تو ہم اب گزر رہے ہیں۔

یونانی عقلیت پرستی اور مغربی تجربیت، دونوں کو مسترد کرنا ضروری ہے

عیسائی مفکرین یونانی عقلیت پرستی (Greek Rationalism) کے غلط فلسفہ کو رد کر دینے میں حق بجانب تھے۔ استدلالی منطق (Syllogistic logic) کا طریقہ بنیادی مصادر سے محض نتیجہ اخذ کرنے کا طریقہ ہے۔ تجریدی خیالات کے لیے، جیسا کہ ریاضی، منطق یا گرامر میں، مفروضے (premises) بذات خود واضح

ہوتے ہیں۔ گمراہ یونانیوں نے یہ سمجھ لیا کہ حقیقی دنیا کے بارے میں بھی مفروضے ویسے ہی بذات خود واضح ہوں گے۔ انہوں نے حقیقت سے کوئی ثبوت فراہم کیے بغیر دنیا کے بارے میں فکر کے وسیع ضابطے کو وضع کر دیا۔ استدلالی منطق (Syllogistic logic) مزید دو طرح سے بھی محدود ہے۔ اول، اگر کوئی بنیاد ظن پر مبنی ہے، تو اس کا اخذ کردہ نتیجہ بھی صرف ظن پر مبنی ہو سکتا ہے۔ دوم، نتائج اخذ کرنے میں غلطیاں ہو جانا بہت آسان ہے، لہٰذا حتمی مفروضے بھی ظنی نتائج دے دیتے ہیں۔ تاہم یونانیوں کو اپنی استدلالی منطق پر اتنا یقین تھا کہ وہ اسے براہ راست تجربے سے برتر سمجھتے تھے۔ اگر استدلالی منطق نے ایسا نتیجہ نکالا جو حقیقت سے مختلف تھا، تو یونانیوں نے فرض کیا کہ یہ حقیقت کے بارے میں ان کا ادراک تھا جس نے انہیں دھوکہ دیا۔

قدیم یونانیوں نے تجرباتی علوم میں بھی فلسفیانہ غور و فکر کا سہارا لیا۔ محتاط تجرباتی مشاہدے اور تجربات کے لیے ان میں صبر بہت کم تھا۔ بلاشبہ، ابتدائی طور پر، عیسائیوں نے استدلالی منطق کو عیسائی عقیدہ کے کچھ زیادہ غیر معقول پہلوؤں کو ثابت کرنے کے لیے ایک شاندار ذریعہ پایا۔ لیکن مادیت پرستوں کے لیے استدلالی منطق اس سے بھی زیادہ کارآمد تھی، جنہیں اپنے اس بے ہودہ دعوے کو درست ثابت کرنے کی ضرورت تھی کہ مادی کائنات تخلیق کے بغیر بھی وجود رکھ سکتی تھی۔ آخر کار، عیسائی مفکرین نے تجربیت میں یونانی عقلیت پرستی سے نکلنے کا راستہ دیکھا۔ مذہب کو فکری بحث سے الگ کر کے، عیسائیوں نے نہ صرف مادیت پرستانہ حملوں کو روکا بلکہ خود کو عیسائی عقیدہ کے غیر معقول پہلوؤں کا فکری دفاع کرنے سے بھی بچایا۔ دیگر معاملات کی طرح، مغرب کی تجربیت بھی مسلم دنیا میں پہلے سے ہونے والی بحثوں سے متاثر تھی، جیسا کہ "ٹیبولا راسا" (Latin: Tabula Rasa) نظریہ کے مطابق ذہن کے ایک خالی تختی (Blank Slate) کی مانند ہونے کے بارے میں بحث کہ جس پر حقیقت کے ساتھ رابطہ قائم ہونے کے ذریعے سے لکھا جاتا ہے۔ عیسائی مفکرین نے تجربیت کو یونانی عقلیت پرستی کے بروقت متبادل کے طور پر قبول کر لیا۔

عیسائی مغرب نے پہلے ہی تجرباتی طریقہ کو اپنانا شروع کر دیا تھا جسے گیارہویں صدی ہجری میں برپا ہونے والا مغرب کا 'سائنسی انقلاب' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ان مشاہدات اور تجربات کی تکرار کے ذریعے ہوا جو مسلمان سائنسدانوں

نے صدیوں پہلے انجام دیئے تھے۔ یہ وہ تجرباتی طریقہ (empirical method) ہے جسے پھر تجربیت پرستوں نے وسعت دیتے ہوئے دنیا کے بارے میں تمام تصورات تک پھیلا دیا۔ تجرباتی طریقہ سوچ کا ایک درست انداز ہے۔ لیکن اس کا مقصد صرف چیزوں کی نوعیت کا مطالعہ کرنا ہے جیسا کہ وہ اس وقت میں موجود ہیں۔ ان اشیاء کے ردعمل کا مطالعہ کرنے کے لیے انہیں بار بار پہلے سے طے شدہ حالات کے تحت لا کر دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تجرباتی طریقہ کار کا اطلاق ہمیں یقین کے ساتھ بتا سکتا ہے کہ فضا کے ایک خاص دباؤ میں پانی 100 ڈگری سینٹی گریڈ پر ابلتا ہے، یا یہ کہ روشنی خلا میں 299,792,458 میٹر فی سیکنڈ کی مستقل رفتار سے سفر کرتی ہے۔ لیکن تجرباتی طریقہ ہمیں ایسے مظاہر کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا جسے کنٹرول شدہ حالات میں دہرایا نہیں جا سکتا، جیسے تاریخی واقعات، یا جانداروں کے غیر میکانکی ردعمل۔ سیاست اور نفسیات جیسے مضامین کا تجرباتی طور پر مطالعہ کرنا ممکن نہیں ہے، چاہے آج کل 'اعداد و شمار پر مبنی 'نقطہ نظر (data-driven approaches) کتنے ہی مقبول کیوں نہ ہوں۔ خود تجرباتی علوم کے اندر بھی، سائنسی وضاحتوں کو نظریہ بنانے کے لیے تجرباتی طریقہ سے آگے بڑھنا ضروری ہے۔ تجرباتی طریقہ اکیلا ہی ہمیں بوئل کا قانون (Boyle's Law) یا آئن سٹائن کی عمومی نسبتیت کی تھیوری (theory of general relativity) نہیں دے سکتا۔ سائنسی مفروضے، نظریات، اور یہاں تک کہ قوانین قیاس آرائی پر مبنی عمومیات ہیں جو اعداد و شمار کے محدود مرکبات سے باہر نکلتے اور پھیلتے ہیں۔ نیوٹونین میکانکس (Newtonian mechanics) اپنے وقت میں ایک اچھا نظریہ تھا اور اس نے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچایا، لیکن جب یہ نئے دستیاب تجرباتی اعداد و شمار کی وضاحت کرنے میں ناکام رہا تو اسے آئن سٹائن کی نسبتیت تھیوری نے ختم کر دیا۔ آج معلوم ہوا ہے کہ اس نسبتیت کی تھیوری میں بھی ایک کمی ہے۔ یہ مقداریہ اثرات (quantum effects) کی وضاحت کرنے کے لیے ناکافی ہے لیکن ماہر طبیعیات (physicists) ابھی تک کسی ایسے نظریہ پر متفق نہیں ہوئے جو اس سے آگے نکل سکے۔ سائنسی نظریات استقرائی طریقہ کار (inductive method) کا استعمال کرتے ہیں، جو خصوصیات سے عموم کی طرف منتقل ہوتا ہے، استخراجی طریقہٗ کار (deductive method) کے برخلاف، جو عمومیات سے مخصوص کی طرف جاتا ہے۔ استقراء لازمی طور پر قیاس آرائی پر مبنی ہوتی ہے، کیونکہ محدود

اعداد و شمار سے عمومیات کی طرف جاتے ہوئے فرضی مفروضے لازمی طور پر بنانے پڑتے ہیں۔ تجرباتی طریقہ ہمیں حتمی نتائج دے سکتا ہے لیکن تجرباتی طریقہ کار کا دائرہ کار در اصل بہت تنگ ہے۔

مغربی تجربیت پرستی اپنی ان حدود سے متعلق تشویش کا جواب دینے کے لیے انسان سے کہتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو صرف اپنے فوری احساس کے ادراک سے حاصل ہونے والے حتمی علم کے ساتھ مطمئن کرلے۔ لیکن معمول کے روزمرہ کے تجربے سے پتہ چلتا ہے کہ ہم اس سے کہیں زیادہ کا یقین کر سکتے ہیں جو ہم خود صرف دیکھ سکتے ہیں۔ میں جن نتائج تک پہنچتا ہوں ان پر یقین کر سکتا ہوں جب تک کہ وہ مخصوص ہوں اور ان میں کوئی عمومیت شامل نہ ہو۔ اگر مجھے اپنے کمرے میں میز پر گرم چائے کا پیالہ ملتا ہے، تو میں بغیر کسی شک کے جانتا ہوں کہ کسی نے اسے وہاں رکھا ہے، چاہے میں نے کسی کو ایسا کرتے ہوئے نہ دیکھا ہو۔ میں اس بات پر یقین کر سکتا ہوں کیونکہ میں بغیر کسی عمومیت کے ایک مخصوص اور معلوم حقیقت سے ایک مخصوص اور قوی نتیجے کی جانب بڑھ رہا ہوں۔ میں تمام ممکنہ ادوار میں تمام ممکنہ کمروں میں چائے کے تمام ممکنہ پیالوں کے بارے میں ایک عمومی نظریہ کی وکالت نہیں کر رہا۔ میں چائے کے صرف اس مخصوص گرم پیالے پر بات کر رہا ہوں جو اس خاص وقت میں مجھے اپنے سامنے نظر آتا ہے، اور چونکہ میں اس کے بارے میں حالات سے پوری طرح واقف ہوں، اس لیے میرے لیے کسی حتمی مخصوص فکری نتیجے پر پہنچنا ممکن ہے، کسی شک کے بغیر۔ یعنی میں کسی چیز کو مکمل یقین کے ساتھ جان سکتا ہوں خواہ میں نے اسے براہ راست نہ دیکھا ہو۔ خالق کے وجود کو بھی پورے اعتماد کے ساتھ جانا جا سکتا ہے، جب تک کہ ہم دنیا کے بارے میں کسی عمومیات کی مداخلت کے بغیر مخصوص حسی حقیقت سے کسی خاص نتیجے کی طرف بڑھیں، دوسرے الفاظ میں، حقیقت کے بارے میں کسی استقراء (induction) یا استخراج (deduction) کا استعمال کیے بغیر۔ در حقیقت یہ بالکل وہی طریقہ ہے جو انسان فطری طور پر اس وقت اختیار کرتا ہے جب وہ تخلیق میں کسی شاندار چیز کا مشاہدہ کرتا ہے اور اسے احساس ہوتا ہے کہ یہ نہ تو خود اپنے آپ کو پیدا کر سکتی ہے اور نہ ہی اس دنیا کی کوئی اور چیز اسے تخلیق کر سکتی ہے۔ ہمیں اس فطری نقطہ نظر (intuitive approach) کو جائز فکری استدلال کے طور پر تسلیم کرنا چاہیے۔

یونانی عقلیت پرستی اور مغربی تجربیت دونوں علم کے حصول کے بارے میں غلط تھے کیونکہ وہ انسان میں سوچنے کے عمل کی درست وضاحت کرنے میں ناکام رہے۔ دنیا کے بارے میں سوچنے کے لیے چار عناصر کی ضرورت ہوتی ہے: حقیقت، حواس، دماغ اور سابقہ معلومات۔ ان چاروں میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو سوچ پیدا نہیں ہو سکتی۔ انسان پچھلی معلومات کو پیدا نہیں کر سکتا لیکن اگر کچھ ابتدائی معلومات اس تک پہنچائی جائیں تو وہ اس کی ترقی اور توسیع کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اس سے اس کی سمجھنے کی صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ دوسروں تک زیادہ سے زیادہ معلومات پہنچا سکے۔ انسان میں سوچنے کا عمل اس طرح ہے: حقیقت کا احساس حواس کے ذریعے ذہن میں منتقل ہوتا ہے جہاں اس کی تفہیم متعلقہ سابقہ معلومات کے مطابق کی جاتی ہے۔ یہ سوچنے کا عقلی (rational) طریقہ ہے۔ یہاں اسلوب کو طریقہ سے الگ کرنا ضروری ہے۔ استدلالی منطق (syllogistic logic) اور تجرباتی طریقہ (empirical method) دونوں سوچ کے درست انداز ہیں، لیکن ان کا اطلاق محدود ہے۔ سوچنے کا عقلی طریقہ دنیا کے بارے میں تمام سوچوں کے لیے عام ہے کیونکہ یہ خود سوچ کو بیان کرتا ہے۔

قدیم یونانی ملحد اور موجودہ ملحد مغرب، دونوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ہٹ کر علم کے سرچشمے کو جاننے کی کوشش کی۔ یونانی، عقل کو ہی علم کا سرچشمہ سمجھتے تھے۔ انہوں نے تصور کیا کہ کسی بھی موضوع کی حقیقت کو محض عقل سے غور و فکر کے ذریعے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ نتائج کو صرف اندرونی طور پر ہم آہنگ ہونے کی ضرورت ہے۔ کسی بیرونی ثبوت کی ضرورت نہیں تھی۔ عقلیت پرستی کے فلسفے نے نادان یونانیوں کو کسی بھی چیز اور ہر اس چیز پر غور کرنے کا لائسنس دیا جس نے ان کی دلچسپی حاصل کی یا ان کے تخیل کو اپنا اسیر کیا اور انہیں دنیا کی حقیقت سے متعلق حیران کن حد تک فریبوں پر مبنی تصوراتی فکری عمارتوں کی تعمیر کی طرف راغب کیا۔ اُنہوں نے زندگی کے مسائل کے لیے ایسے حل گھڑ لیے جنہوں نے بنی نوع انسان کے لیے اَن کہے مصائب کو جنم دیا، جیسا کہ خاندان کے خاتمے کا تصور جس کے لیے آج بھی مادیت پرست کوشش کرتے ہیں۔ لیکن عقل پر راج کرنے کی کوشش میں، مغربی تجربیت اس کے برعکس انتہا پر چلی گئی۔ جہاں یونانیوں کے لیے علم کا سرچشمہ عقل تھی، وہیں تجربیت پرستوں کے لیے علم کا سرچشمہ حقیقت بن گیا۔ جسے براہِ راست محسوس کیا جا سکتا ہے صرف وہی یقین کے ساتھ جانا جا سکتا ہے۔ تجرباتی علوم

نے اپنی ثقافت میں ایک مبالغہ آمیز مقام حاصل کیا اور انہیں ان کے جائز دائرہ سے باہر کے معاملات پر فیصلہ کرنے کے لیے وسعت دی گئی، جیسے کہ انسان کی تخلیق کا معاملہ۔ زندگی کے بارے میں تفصیلی حل تیار کرنے کے لیے تجرباتی علوم کے طریقہ کار کو غلط طور پر مثبتیت (Positivism) کے فلسفے کے ذریعے نام نہاد 'سوشل سائنسز' پر لاگو کیا گیا۔ ایسا کرتے ہوئے، مغربی تجربیت نے مثبت (positive) کو معمولیت (normative) کے ساتھ الجھا دیا۔ یعنی جو ہے، اس کو جو ہونا چاہیئے کے ساتھ الجھا دیا۔ اس نے انسان کے موجودہ حالات کے مطالعہ کو انہی حالات کے حل نکالنے کے لیے استعمال کیا، کوئی اعلیٰ سوچ فراہم کیے بغیر جس کے ذریعے انسان موجودہ حالات سے نکلنے کا راستہ نکال سکے۔ تجربیت پرست یہ سمجھنے میں ناکام رہے کہ حقیقت خود سوچ پیدا کرنے سے قاصر ہے۔ اس کی تفہیم کی جانی چاہیے، اور اس تفہیم کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ ذہن حقیقت سے ذہن میں منتقل ہونے والے حسی ادراک کو اس پچھلی معلومات کے ساتھ جوڑ دے جو زیر بحث معاملے سے متعلق ہے۔ حقیقت میں، علم کا ماخذ نہ تو عقل ہے اور نہ ہی اس دنیا کی حقیقت۔ علم کا ماخذ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی ہے جس نے اس دنیا کو ہمارے سامنے وضع کیا اور ہمیں ہماری حسوں اور عقل سے لیس کیا، یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی ہے جس نے سابقہ معلومات فراہم کیں جس نے پہلے انسان کو اس دنیا کے ادراک کا فہم حاصل کرنے کے قابل بنایا، اور یہ اس کیلئے یہ ممکن بنایا کہ وہ علم اکٹھا کر سکے جسے وہ باقی انسانیت سے بانٹ سکے۔

زندگی کو مذہب سے ہرگز الگ نہیں کیا جا سکتا

مذہب کی زندگی سے علیحدگی کو لازماً ختم ہونا چاہیے۔ عوامی زندگی کے اہداف کو نجی زندگی کے اہداف سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے۔ زندگی کے لیے صحیح فلسفہ روح کو مادے سے الگ کرنا نہیں ہے بلکہ یہ مادیت کے ساتھ روحانیت کا مرکب ہے۔ انسان کو زندگی کے معاملات میں کسی مادی مقصد کے لیے نہیں بلکہ ایک ماورائی و روحانی مقصد کے لیے پوری طرح مشغول ہونا چاہیے اور نہ صرف مادی قدر کو بلکہ زندگی میں اخلاقی، انسانی اور روحانی اقدار کو بھی اہمیت دینی چاہیئے۔ انسان کی اصل منزل اس دنیا میں نہیں آخرت میں ہے۔

انسان کو اپنی زندگی اور تہذیب کو ایک ایسی مضبوط اور جامع فکری بنیاد پر استوار کرنا چاہیے جو اس کے اس دنیا کی زندگی اور جو کچھ اس کے بعد ہے، اس سے متعلق سب سے بڑے سوالات کو حل کرے۔ خالق کے وجود کا سوال اس دنیا کی زندگی میں انسان کے وجود اور مقصد سے متعلق ہے۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جسے فرد کی نجی زندگی تک محدود نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے جواب پر انسان کی معاشرت، ریاست اور تہذیب کی پوری بنیاد اور ساخت کا انحصار ہونا چاہیے۔ مزید برآں، یہ ایک ایسی بات ہے جسے قطعی طور پر مکمل علمی یقین کے ساتھ جانا جاسکتا ہے۔ ہر چیز جو میں اس دنیا میں براہ راست محسوس کرتا ہوں وہ موجود ہے، اور اس کے باوجود یہ واضح ہے کہ اس میں سے کوئی بھی اپنے آپ وجود میں آنے کے قابل نہیں۔ سب کچھ محدود اور محتاج ہے۔ جب ذہن کو اس حقیقت کی تفہیم کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، تو اس کی واحد ممکنہ وضاحت یہ ہو سکتی ہے کہ یہ سب ایک ایسے خالق نے تخلیق کیا ہے جو انسان کے فوری ادراک سے باہر ہے۔ یہ نتیجہ قطعی ہے کیونکہ یہ دنیا کے بارے میں کسی عمومی مفروضے کی مداخلت کے بغیر ایک مخصوص فکری نتیجہ تک پہنچنے کے لیے قطعی حسی حقیقت کو استعمال کرتا ہے۔ اس نتیجے کے مبہم رہنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ انسان اس تک پہنچنے سے عاجز ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے یہ بات فرض کر لینے میں گمراہ کیا گیا ہے کہ اس کی فطری اور بدیہی (intuitive) سوچ کسی نہ کسی طرح عقلی اعتبار سے درست نہیں ہے۔

اسلامی عقیدہ انسان کے وجود اور زندگی کے مقصد سے متعلق سوال کا ایک جامع فکری حل فراہم کرتا ہے، جو اس دنیا اور اس کے بعد جو کچھ ہے، اس کی صحیح اور خالص سمجھ پر مبنی ہے۔ انسان کو زندگی میں اپنا مقصد اور زندگی کے مسائل کا حل اللہ کے آخری رسول محمد ﷺ کی جانب سے قرآن و سنت کی صورت میں لائی گئی وحی کے ذریعے اپنے خالق سے لینا چاہیے۔ زندگی اور تہذیب اسی پر قائم ہونی چاہیے۔ ریاستِ خلافت نے ماضی میں بھی یہ حاصل کیا تھا اور جلد ہی اسے دوبارہ حاصل کرے گی۔ مغرب ناکام ہو چکا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم سے اسلام کا دوبارہ قیام اب قریب ہے۔

فہرست

سوال وجواب: کوسوو کے واقعات اور یورپ پر اس کے اثرات

(عربی سے ترجمہ)

سوال:

کوسوو کے شمالی صوبے میں پر تشدد مظاہرے پھوٹ پڑے، جو صوبے کے سرب باشندوں نے پولیس اور علاقے میں موجود نیٹو فورسز کے خلاف کیا، جس پر سربیا نے علاقے میں سرب اقلیت کی حمایت میں ممکنہ مداخلت کی پیش نظر اپنی فوج کو الرٹ کر دیا۔ "National Interest" میں شائع ہونے والی رپورٹ میں، جس کو الجزیرہ ویب سایٹ نے بھی اس سے نقل کی خبردار کیا گیا ہے کہ آنے والی یورپی جنگ کی ابتدا کوسوو میں ہو سکتی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ "کوسوو کی صورت حال اور یوکرین میں موجودہ تصادم کے درمیان قابل ذکر مشابہت پائی جاتی ہے۔ مغربی پالیسی سازوں کو اس امر کی طرف توجہ مبذول کرنی چاہیے۔ کوسوو کے شمال میں حالیہ بحران دنیا کو یاد دلاتا ہے کہ "یوکرین میں وحشیانہ جنگ اس وقت یورپی استحکام کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے، مگر یہ کسی بھی صورت واحد خطرہ نہیں"۔ (الجزیرہ+نیشنل انٹرسٹ 10/06/2023)

ان واقعات کے پس پردہ کیا ہے؟ کیا یہ خطرہ ہے جیسا کہ بین الاقوامی عہدہ داروں کے بیانات سے سننے میں آرہا ہے، کہ یہ بلقان کے علاقے میں پھوٹ سکتا ہے۔ جو یوکرین کی جنگ کے ساتھ ساتھ یورپی ممالک کو ایک اور جنگ میں پھنسا سکتا ہے؟

جواب:

آج کوسوو کے شمالی علاقے میں رونما ہونے والی کشیدگی کے نتائج کی وضاحت کے لیے ہم مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھیں گے:

پہلا: تاریخی پس منظر

1۔ پندرویں صدی عیسوی کے دوران بلقان کے علاقے میں اسلامی عثمانی فتوحات کے بعد اسلام نے خطے میں اپنی راہ ہموار کرلی۔ اس علاقے کو رومن سلطنت نے خالص نصرانی علاقہ بنا رکھا تھا۔ البانویوں نے اسلام قبول کیا، یہی لوگ آج البانیا اور کوسوو کے علاقے کے باشندے ہیں۔۔۔ اس کے بعد بوسنیا والوں نے اسلام قبول کیا اور یہ بوسنیا ہرزگوینا کے باسی ہیں جس نے 1992 میں یوگوسلاویہ سے آزادی حاصل کی۔ جس کے بعد یہاں نسل کشی کی جنگ شروع ہوگئی جس میں ہزاروں مسلمانوں کو قتل کیا گیا۔۔۔

2۔ کوسوو 1912 میں علیحدہ ہونے تک خلافت عثمانیہ کا حصہ رہا، یہ برطانیہ کی جانب سے پورے بلقان میں قوم پرست تنازعات کو ہوا دینے کے نتیجے میں الگ ہوگیا۔ اس کے بعد بہت سارے ممالک کوسوو پر حکمرانی کے لیے دوڑ پڑے، جیسے سربیا، مونٹی نیگرو اور اطالوی استعمار، جس نے اس کو البانیا مملکت کے ضمن میں اپنے زیر اثر لایا۔ پھر 1946 میں یوگوسلاویہ کے صدر ٹیٹو نے اس کو دوسری جنگ عظیم کے بعد کے سٹلمنٹ کے فریم ورک کے اندر اپنے ملک میں ضم کیا اور اس کو (داخلی) خود مختاری دی۔ یہ بدستور یوگوسلاویہ میں شامل رہا، پھر نوے کی دہائی کے اوائل میں یوگوسلاویہ کے حصے بخرے ہوئے اور کوسوو سربیا کا حصہ بن گیا، یعنی باقی ماندہ یوگوسلاویہ کا۔ اس کی کو آزادی روکنے کے لیے سربیا کے بدنام زمانہ صدر سلوبودان ملازوویچ نے اس پر آتش و آہن کے ذریعے حکومت کی۔ اس کی خود مختاری کا خاتمہ کیا۔ 1990 میں اس کی آزادی کے لیے ہونے والے ریفرنڈم کے بعد یہاں ہنگامے پھوٹ پڑے، اور 1999 تک یہاں پر تشدد کارویئاں اور قتل وغارت جاری رہی۔۔۔ بین الاقوامی صورت حال کے پیش نظر نیٹو نے مداخلت کی، سربیا نے اس پر حملہ کرکے اس کو کوسوو کے علاقے سے نکلنے پر مجبور کیا، اس تاریخ سے آج تک نیٹو فورسز علاقے میں امن کی ضامن فورسز کے طور پر کوسوو میں موجود ہیں۔

3۔ 2008 میں کوسوو نے سرکاری طور پر سربیا سے اپنی آزادی کا اعلان کیا، جس کو کئی ممالک نے تسلیم کیا، جن میں سرفہرست امریکہ اور بیشتر یورپی ممالک ہیں۔ جبکہ روس اور سربیا نے اس کی شدت سے مخالفت کی، روسی

مخالفت اور اسی طرح چین کی مخالفت نے کوسوو کو کئی بین الاقوامی تنظیموں میں شمولیت سے روک دی۔ پھر بالآخر 19.3.2023 کو یورپی یونین میں شامل کرنے کا لالچ دے کر یوکرین پر روسی حملے کے بعد روس کی مخالفت میں یورپی یونین نے سربیا اور کوسوو کے درمیان تعلقات بحال کرنے کے معاہدے کا اعلان کیا۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ سربیا نے کوسوو کی خود مختاری تسلیم کرلی۔ اس معاہدے کا مطلب سربیا اور کوسوو دونوں کے لیے یورپی یونین میں شمولیت کا دروازہ کھولنا ہے۔

دوسرا: حالیہ واقعات سے پہلے علاقائی اور بین الاقوامی صورت حال:

1۔ سربیا کو مشرقی یورپ میں روس کا آخری گڑھ سمجھا جاتا ہے، روس نے نیٹو کے ساتھ کشیدگی میں ہمیشہ سربیا کی حمایت کی۔ 1999 میں نیٹو کی کوسوو کو سربیا سے الگ کرنے کے لیے مداخلت بلقان میں روسی اثر ورسوخ پر کاری ضرب تھی، جس نے اس کی کمزوری اور اپنے پیروکاروں کی پشت پناہی میں ناکامی کو ظاہر کیا۔ تاہم روس بدستور سربیا کی بھرپور حمایت کرتا رہا، اس کو اسلحہ فراہم کرتا رہا، بین الاقوامی تنظیموں میں اس کی حمایت کرتا رہا۔ کوسوو کی خود مختاری کی شدت سے مخالفت کرتا رہا، بوسنیا ہرزگوینا میں سربوں کی مدد کے لیے معاشی منصوبے شروع کرنے کا اعلان کرتا رہا۔ دونوں ملکوں کے کلیساوں کے درمیان تعلقات کو مضبوط کیا، بلغراد میں سبوٹینک نیوز ایجنسی کا بڑا میڈیا سنٹر قائم کیا۔ جو کشیدگی کو ہوا دینے اور روس کی جانب سے سربوں کی حمایت کے اظہار کا مرکز ہے، یہ سربیا میں انتخابات سے پہلے مقبولیت میں اضافے کے لیے سرب رہنماوں کو روسی صدر پوٹین کے ساتھ تصاویر بنانے پر ابھارتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سربیا میں اور بوسنیا ہرزگوینا کے سربوں پر روس کا بڑا اثر ورسوخ ہے۔

2۔ جب روس نے یوکرین میں جنگ شروع کی تو سربیا نے مشاہدہ کیا کہ مغربی طاقتیں اس کے گرد گیرا تنگ کر رہی ہیں۔ مغرب نے سربیا کو مزید تنہا کردیا، اسی لیے مغرب نے مارچ 2023 میں سربیا اور کوسوو کے درمیان تعلقات بحال کرنے معاہدہ کیا۔ سربیا کے یورپی یونین میں شمولیت اور ممکنہ طور پر مستقبل میں نیٹو میں بھی شمولیت کی راہ ہموار کی۔ یہ بالکل روس کی جانب سے یوکرین کے خلاف جنگ پر اس کے نقصانات میں اضافے کے لیے سویڈن اور

فن لینڈ کو نیٹو میں شامل کرنے کی طرح ہے۔یوں سربیا اور مغرب کے درمیان بڑی قربت نظر آئی۔جون 2022 میں یورپی ممالک نے روسی وزیر خاجہ کو سربیا کے دورے کے لیے اپنے فضائی حدود سے گزرنے سے روک دیا۔۔یہ سربیا کے لیے اشتعال انگیز تھا، اسی لیے سربیا کے وزیر داخلہ نے کہا "سربیا یورپ میں واحد ملک ہے جس نے روس پر پابندیاں نہیں لگائی، روس مخالف ہسٹیریا کا شکار نہیں ہوا۔"(الیوم السابع 22.8.2022)اس بیان سے اس بوجھ کی بو آرہی ہے جو بوجھ سربیا روس کے ساتھ تعلقات کی وجہ سے محسوس کر رہا ہے۔خاص کر مغربی ممالک کے افق اس کے لیے کھل رہے ہیں، بلکہ سربیا مغربی پٹری پر گامزن ہو گیا ہے، شاید اس سے بھی بڑھ کر نتائج حاصل کر چکا ہے۔ چنانچہ اسکائی نیوز عربی نے 4.3.2023 کو خبر شائع کی کہ "روس نے جمعرات کو اپنے اتحادی سربیا سے ان رپورٹس کے حوالے سے سرکاری طور پر وضاحت کا مطالبہ کیا جن میں کہا گیا ہے کہ بلقان میں واقع ملک نے یوکرین کو ہزاروں میزائل فراہم کیا ہے۔روسی وزارت خارجہ کے ترجمان ماریا زخاروفا نے گزشتہ مہینے حکومت کے حامی روسی میڈیا میں نشر ہونے والی ان رپورٹس کے حوالے سے اپنی "سخت تشویش" کا اظہار کیا"۔اگرچہ سربیا نے یوکرین تنازعے میں مداخلت کی تردید کی ہے، مگر یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ سربیا نے روس سے اپنا راستہ الگ کر لیا ہے، اگرچہ اس راستے میں اب بھی خلا بلکہ رکاوٹیں ہیں۔

3۔جہاں تک یوکرین جنگ شروع ہونے کے بعد روس اور سربیا کے تعلقات میں اس نئی صورت حال کا تعلق ہے، روس کا سربیا کے اندر بڑا اثر و رسوخ ہے، اور روس نے کشیدگی کو ہوا دینے اور سربیا کو روس کے اثر و رسوخ سے باہر نکالنے کی کوششوں کو ناکام بنانے کے لیے سرب کے اندر اپنے اثر و رسوخ کے مقامی آلہ کاروں کو استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔۔"کوسوو کے صدر نے روس پر الزام لگاتے ہوئے کہا کہ خطے میں اس کے "تباہ کن مفادات" ہیں، جن میں کوسوو بوسنیا اور مونٹی نیگرو پر حملہ بھی شامل ہے۔(انڈیپنڈنٹ عربی 22.12.2022)۔مذکورہ ذرائع کے مطابق "اخبار واشنگٹن پوسٹ نے لکھا کہ یوکرین پر روسی حملے نے خطے میں وسیع پیمانے پر کشیدگی پیدا کر دی ہے۔تجزیہ نگاروں کے حوالے سے بتایا گیا کہ روس کے قومی بیانیے کو بعض راہنماوں کے ہاں پذیرائی ملی؛ جن میں سربیا کے صدر الیکزینڈر فوٹ وچیچ ہیں۔یہ سخت قوم پرست ہیں، اور یہ سابق صدر سلوبودان ملازووچیچ کے اتحادی تھا۔جیسا کہ اخبار

Wall Street Journal نے اس وقت کہا تھا کہ نیٹو اور یورپی یونین کو سوو اور سربیا کے درمیان حالیہ کشیدگی کو کم کرنے کے لیے اس خوف کے ساتھ دوڑے کہ روس یورپ کو عدم استحکام سے دوچار کرنے کے لیے تنازعات کو ہوا دے رہا ہے"۔

4۔ پبلک پالیسی ریسرچ کے لیے امریکی پراجیکٹ انسٹیٹیوٹ کے ایوانا اسٹرڈنر نے یوکرین میں جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی خبردار کیا تھا کہ روس بلقان میں افراتفری پھیلانے کا ارادہ رکھتا ہے۔اس نے "روس بلقان میں آگ سے کھیل رہا ہے" کے عنوان سے اپنے مقالے میں کہا جس کو فارن افیئر میگزین نے شائع کیا اور انڈیپنڈنٹ عربی نے 20.4.2023 کو نقل کیا" میں اس کو بعید از امکان نہیں سمجھتا کہ بلقان کا خطہ نیا میدان ہوگا، جہاں روس یورپی یونین اور نیٹو کو چیلنج کرے گا۔ روس یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے گا کہ یہ دونوں کاغذی شیر ہیں۔۔۔" (انڈیپنڈنٹ عربی 20.2.2022)۔اس بنا پر یہی بات درست ہے کہ روس ہی یوکرین جنگ میں بے نقاب ہونے والی اپنی کمزوری کو چھپانے کے لیے کوسوو میں تنازعے کو ہوا دے رہا ہے۔ وہ اپنے مخالف یورپی ممالک کو یورپ میں ایک اور جنگ میں الجھانا چاہتا ہے۔اسی طرح سربیا اپنے اثر ورسوخ سے نکالے جانے کی کوشش کو ناکام بنانا چاہتا ہے۔

تیسرا: حالیہ واقعات کی حقیقت

1۔ کوسوو کی تقریباً دو ملین آبادی میں سربوں کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ نہیں۔ایک تہائی سرب سربیا کے سرحد کے ساتھ چار دیہاتوں میں رہتے ہیں، جو کہ حالیہ کشیدگی کا گڑھ ہیں۔ ان چار دیہاتوں کی کل آبادی پچاس ہزار نفوس پر مشتمل ہے جس میں 90% سرب ہیں۔ کوسوو کے دارالحکومت پرسٹینا کے تابع ریاستی اتھارٹی مزید کمزور ہوگئی ہے۔ جرائم سے نمٹ نہیں سکتی، نہ نسل پرستی کے اسباب اور سربوں کو نشانہ بنانے کے الزامات کی وجہ سے مجرموں کو گرفتار کرسکتی ہے۔ سرب نسل پرستانہ بنیاد پر ان دیہاتوں میں فساد برپا کررہے ہیں،اور سربیا کے ساتھ الحاق کا مطالبہ کررہے ہیں۔ جبکہ باڈر کی دوسری جانب عوام پر اس کے اثرات مرتب ہورہے ہیں،اور وہ کوسوو میں سربوں کے دفاع کا مطالبہ کررہے ہیں۔

2۔ان دیہاتوں میں حکومتی رٹ بحال کرنے کے لیے کوسوو حکومت نے اگست 2022 میں شمالی کوسوو میں اپنی شناخت اور گاڑوں کے نمبر پلیٹ کو لازمی قرار دیا۔ جس پر سرب نژاد لوکل گورنمنٹ کے سربراہوں اور پولیس عہدہ داروں نے نومبر 2022 میں اجتماعی استعفی دیا، اور احتجاجات نے پورے شمالی علاقوں کو لپیٹ میں لیا۔ پھر کوسوو حکومت نے اپریل 2023 میں نیا الیکشن کروایا مگر سربوں نے اس الیکشن میں حصہ لینے سے انکار کر دیا۔ان انتخابات میں مسلم امیدواروں کے جیتنے کا اعلان کیا گیا تو سرب فسادات پر اتر آئے، کیونکہ وہ نہیں چاہتے کہ البانوی مسلمان (کوسوو کے باشندے) ان کے میئر بن جائیں۔ یوں فسادات برپا ہوئے، سڑکوں کو بند کر دیا گیا، یہاں تک کہ کوسوو حکومت زبردستی امن وامان کو بحال کرنے پر مجبور ہوئی۔ پولیس نے نئے بلدیاتی قائدین کی تقرری کو تحفظ فراہم کیا، سرب عمارتوں پر قبضہ کرنے کے یے دوڑے مگر کوسوو پولیس ان کے لیے گھات لگائے بیٹھی تھی۔ان کو میونسپلٹی کی عماروں پر قبضے سے روکا۔اس سے کچھ پہلے سربیا کے صدر نے اپنی فوج کو الرٹ کیا تھا، جو کہ ممکنہ عسکری مداخلت کا اشارہ تھا۔

3۔ جہاں تک روس کی بات ہے وہ آگ پر تیل چھڑک رہا تھا اور سربیا کی بھرپور حمایت کر رہا تھا۔ چنانچہ مظاہرے شروع ہونے سے پہلے ہی 29.5.2023 کو روسی وزارت خارجہ کے ترجمان نے کہا "روس کوسوو کے اشتعال انگیز اقدامات کی شدید مذمت کرتا ہے، جن کی وجہ سے صورت حال گرم ہو گئی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ سربیا کے خلاف اشتعال انگیزی کی ذمہ داری امریکہ اور یورپی یونین پر عائد ہوتی ہے۔" (الیوم السابع 28.5.2023)۔ پھر مظاہروں کے بعد "سرگئی لاوروف نے کہا کوسوو میں روز بروز بڑھتی کشیدگی یورپ کے دل میں ایک "بڑا دھماکہ "ثابت ہو سکتا ہے۔روسی وزیر خارجہ نے پیر کے دن صحافیوں سے کہا کہ صورت حال "خطرے کی گھنٹی" ہے۔ انہوں نے خبردار کیا کہ بلقان میں بڑا آتش فشاں پھٹ سکتا ہے۔(صوت الخلیج 30.5.2023) ۔ اسی طرح روسی وزیر خارجہ سرگئی لاوروف نے کہا" سرب شمالی کوسوو میں اپنے حقوق کی جنگ لڑ رہے ہیں" انہوں نے واضح کیا کہ فوج الرٹ ہے "فیصلہ سربیا کے صدر کریں گے"۔(انڈیپنڈنٹ عربی 30.5.2023)۔

4۔ جہاں تک امریکی موقف کا تعلق ہے وہ یورپی موقف سے مختلف نہیں۔ ایک مشترکہ بیان جاری کیا گیا جس پر امریکہ برطانیہ فرانس جرمنی اٹلی نے دستخط کیا اور اس بیان میں شمالے علاقے میں کشیدگی کو روکنے کے لیے فوری اقدامات کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ (برطانوی حکومتی ویب سایٹ 26.5.2023)۔ 1999 میں نیٹو کی مداخلت کے بعد برطانیہ اس بات کا خواہشمند تھا کہ دارالحکومت "برسٹینا" کے سب سے بڑے مرکزی سیکٹر میں اس کو نیٹو کے فریم ورک کے اندر قیادت ملے۔ خود مختاری کے اعلان کے بعد برسٹینا میں اپنا سفیر مقرر کرنے والا پہلا ملک برطانیہ ہی تھا (سوا ریڈیو کا ویب سایٹ 21.2.2008)۔ پھر اس کے پانچ مہینے بعد امریکہ نے اپنا سفیر مقرر کیا (الیوم السابع 19.7.2008)۔ بلینکن نے اس بات کا اعتراف کیا کہ برسٹینا اتھارٹیز کی جانب سے علاقے میں بلدیاتی نمائندوں کو ان انتظامی ہیڈ کوارٹرز پہنچانے کے لیے طاقت کے استعمال نے "تناو میں شدید اضافہ کیا اور یہ کشیدگی بلاجواز ہے"۔۔۔(31.5.2023RT)۔ اسی طرح "امریکی وزیر خارجہ انتھونی بلینکن نے سربیا اور کوسوو کے راہنماوں سے کشیدگی کم کرنے کا مطالبہ کیا۔ ان کو تنبیہ کی کہ یہ ان کی یورپی یونین میں شمولیت کی امیدوں کے لیے خطرہ ہوگا۔ بلینکن نے کل جمعرات کو اوسلو میں نیٹو مذاکرات کے دوران صحافیوں سے کہا کہ ہم سربیا اور کوسوو کی حکومتوں سے کشیدگی میں کمی کے لیے فوری اقدامات کا مطالبہ کرتے ہیں"۔۔۔ الجزیرہ نیٹ 2.6.2023۔

5۔ مغرب کے اس موقف کی وجہ سے زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ صورت حال ٹھنڈا ہونے کی طرف جائے گی۔ کوسوو کے وزیر اعظم البین کورٹی سخت موقف اختیار کرنے کے بعد اب نرمی کا مظاہرہ کر رہا ہے "کوسوو کے وزیر اعظم البین کورٹی نے کہا کہ وہ کوسوو میں ہر سرب کا دفاع کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ انہوں کہا کہ پرامن طریقے سے اپنی آواز پہنچانا ان کا حق ہے، مزید کہا کہ "کوسوو میں اقتدار انتخابات کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے تشدد کے ذریعے نہیں۔ کورٹی نے حال ہی میں شمالی علاقے میں پھیلنے والے تشدد کو روکنے کے لیے میئر کے انتخابات دوبارہ کرنے کی تجویز دی ہے۔ الجزیرہ نیٹ 2.6.2023"۔ ساتھ ہی فرانس کے صدر میکرون اور جرمن چانسلر شولٹز نے مالدوویا میں سربراہی اجلاس کے موقعے پر کوسوو کے صدر پر دباؤ ڈالا کہ کشیدگی میں کمی کے لیے سربیا کے صدر کے ساتھ ملاقات کریں۔

6۔اس سب سے یہ واضح ہوتا ہے کہ روس سربیا میں اپنے اثر ورسوخ کو استعمال کرنے کے ساتھ اس بات کی بھی صلاحیت رکھتا ہے کہ کوسوو میں کشیدگی کو ہوا دے۔ اس کے پاس سربیا میں اور اس علاقے کے سربوں کے اندر بہت سارے آلہ کار موجود ہیں۔روس چاہتا ہے کہ کشیدگی برقرار رہے اور یوکرین جنگ میں اس کی کمزوری کو چھپائے۔وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ سربیا اس کے اثر سے باہر نہ نکلے،اس کے عہدہ داروں کی جانب سے سربیا کی حمایت میں بیانات کوسوو میں جنگ کی آگ بھڑکانے کے لیے آگ پر تیل چھڑکنے کا کام کرتے تھے۔ مگر یورپی ممالک اور ان کے ساتھ امریکہ آگ لگتے ہی اس کو بجھانے کی کوشش کررہے تھے،یورپی ممالک اور امریکہ اس آگ کو جلد سے جلد بجھانے کی بھرپور تگ ودو کررہے تھے۔

چوتھا: خلاصہ یہ ہے کہ روس کوسوو میں کشیدگی سے لاتعلق نہیں جو سربوں نے کوسوو میں شروع کی اور جس کے نتیجے میں سربیا متحرک ہوگیا۔اسی طرح اس کشیدگی کے ذریعے روس چاہتا ہے کہ مغرب اس میں مشغول ہو کیونکہ نیٹو کوسوو میں موجود ہے۔یوں سربیا اور کوسوو کے درمیان یہ آگ لگ جائے اور اس کے نتیجے میں مغرب اور نیٹو اس میں پھنس جائیں۔اس کے ذریعے روس یہ چاہتا ہے کہ امریکہ اور نیٹو یوکرین میں جنگ کی آگ کو کم کریں۔۔ایسا لگ رہا ہے کہ امریکہ اور مغرب نے یہ بھانپ لیا ہے،اس لیے کوسوو اور سربیا کے درمیان معاملات کو ٹھنڈا کرنے کے لیے دوڑ پڑے۔ان دونوں کو کشیدگی میں کمی میں تعاون کرنے پر یورپی یونین اور نیٹو مس شمولیت کے امکان کا اشارہ دیا۔امریکہ اور مغرب اس میں کامیاب ہوگئے جیسا کہ ہم نے عہدہداروں خاص کر امریکہ اور کوسوو کے بیانات کے حوالے سے بتایا۔

ان واقعات اور ان کے اثرات ونتائج کے حوالے سے اسی بات کو ترجیح دیتے ہیں اور ہم نے اوپر اس کو بیان کردیا ہے۔

آخر میں کوسوو جیسا کہ ہم نے ذکر کیا خلافت عثمانیہ کا حصہ تھا، اس کے باشندوں نے بہت پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ اگر استعماری کفار کے شر سے مسلمانوں کی حفاظت کرنے والی خلافت ختم نہ ہوتی تو اس علاقے میں رسہ کشی کافر استعماری ممالک کے درمیان نہ ہوتی اور اسلام کا پرچم ہی بلقان اور کوسوو پر لہرا رہا ہوتا۔۔۔

ہم اللہ سبحانہ وتعالی سے دعا گو ہیں کہ اللہ امت مسلمہ کی مصائب کو دور کر دے اور ایک بار پھر خلافت کے قیام کے ذریعے امت اپنی عزت کے ذریعے کی طرف لوٹے۔

﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ * بِنَصْرِ اللهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾

"اور اس دن مومن اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے، جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے،
وہی غالب اور رحم کرنے والا ہے" (الروم:4-5)

22ذی القعدہ1444ھ

11جون2023ء

فہرست

سوال وجواب: قسم توڑنے کا کفارہ (کفارۃ الیمین)

(عربی سے ترجمہ)

غازی مراد غامزادوو (Гаджимурад Гамзатов) کے لئے

سوال:

اسلام و علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

ہمارے معزز شیخ،

کیا قسم کو توڑنے کا کفارہ (كفارة اليمين) ایک معصوم شیر خوار بچے کے لئے دیا جا سکتا ہے جو کوئی غذا نہیں کھاتا اور ابھی صرف ماں کا دودھ یا نوزائیدہ فارمولا دودھ پیتا ہے؟ اگر کفارہ دے دیا جائے اور (دینے والا شخص) اس صورت حال کے بارے میں بھول جائے (کہ یہ ایک شیر خوار کو دیا گیا ہے) تو کیا اس شخص کو دوبارہ یہ کفارہ کسی مسکین کو دینا چاہیئے؟

اور قسم توڑنے کے کفارہ کے حوالے سے ایک اور سوال یہ ہے کہ: کیا کسی مسکین کو صرف ایک بار کھانا کھلا دینا کافی ہے، یا یہ ضروری ہے کہ مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلایا جائے (یعنی دوپہر اور رات کا کھانا)؟

اور ایک تیسرا سوال یہ ہے کہ: ایک شخص جو خود یورپ میں رہتا ہے اور قسم کا کفارہ یوکرین میں قسم کے کفارے کی رقم کے مطابق، یوکرین کے مسکین کے لئے دے دیتا ہے۔ کیا اس شخص کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ یورپ کے نصاب کے مطابق قسم کا کفارہ ادا کرے یا کیا یہ کافی تھا کہ جس ملک میں کفارہ بھجوایا جا رہا ہے، اس ملک کے نصاب کے مطابق رقم ادا کر دی جائے؟

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

1۔ قسم ٹوٹنے کے کفارہ (كفارة اليمين) کے متعلق بنیادی اصول اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام ہے:

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذَلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

"اللہ تم سے تمہاری بیہودہ قسموں پر مؤاخذہ نہیں کرتا لیکن وہ ان (قسموں کو توڑنے) پر مؤاخذہ کرے گا جو تم نے پختہ قسمیں کی ہیں۔ تو اس کا کفارہ دس ناداروں کو اوسط درجہ کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو، یا ان کو لباس مہیا کرنا یا ایک غلام کا آزاد کرنا ہے۔ پس جو کوئی اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو تین دن کے روزے رکھنا۔ یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب تم قسم کھالو اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر کرو" (المائدۃ: 89)

دس مساکین کو کھانا کھلانا ان میں سے ایک طریقۂ انتخاب ہے جو اس آیت میں ذکر کئے گئے ہیں:

﴿ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ﴾

"تو اس کا کفارہ دس مساکین کو اوسط درجہ کا کھانا کھلانا ہے جیسا کہ تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو" (المائدۃ: 89)

2۔ اس آیتِ مبارکہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دس کا عدد لازمی ہے، یعنی لازم ہے کہ دس مساکین کو کھانا کھلایا جائے، لہٰذا مثال کے طور پر کسی ایک ہی مسکین کو دس مرتبہ کھانا کھلا دینا درست نہیں ہے۔ ہم نے پہلے بھی بمطابق 29 اپریل 2022ء کو ایک سوال کے جواب میں اس کی وضاحت کی ہے، جس میں مندرجہ ذیل بیان کیا گیا:

[اور وہ رائے جو مجھے زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر نص میں مساکین کی ایک مخصوص تعداد کا ذکر ہوا ہے، جیسا کہ

﴿ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ ﴾

"تو اس کا کفارہ دس مساکین کو اوسط درجہ کا کھانا کھلانا ہے جیسا کہ تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو یا انہیں لباس مہیا کرنا" (المائدۃ:89)

﴿فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِيناً﴾

"...اور وہ جو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو، تو اسے ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا ہے"(المجادلہ:4)

اس صورت میں، مذکورہ بالا عدد (دس، ساٹھ) پر عمل کرنا لازمی ہے، چاہے عطا کرنا کسی مال (کی شکل) میں ہو یا اس کی قیمت میں ہو، کیونکہ مذکورہ تعداد مقصود ہے، جس کی پابندی لازمی ہے؛ لیکن اگر نص میں عدد کا ذکر کئے بغیر مساکین کو عطا کرنا مطلوب ہو تو ایک ہی مسکین کو دے دینا بھی جائز ہے اور ایک سے زیادہ مساکین کو بھی دیا جاسکتا ہے، کیونکہ اب تعداد کی کوئی پابندی نہیں ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے زکوٰۃ کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾

"یقیناً، صدقات فقراء کے لئے ہیں اور مساکین اور کارکنان (جو زکوٰۃ پر مامور ہیں) اس پر اور جن کے دلوں کو جیتنا مطلوب ہے اور غلاموں کو آزاد کرانے کو اور قرضداروں (کے قرض ادا کرنے کو) اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لئے۔ یہ اللہ کی طرف سے ضابطہ ہے اور اللہ سب جاننے والا حکمت والا ہے"(التوبہ:60)

لہٰذا کسی ایسے فرد کے لئے، جو اپنی زکوٰۃ ادا کرتا ہو، یہ جائز ہے کہ وہ اپنی زکوٰۃ کسی ایک ہی محتاج کو ادا کر دے اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ اسے بہت سے محتاجوں میں تقسیم کر دے، کیونکہ اس آیت میں کسی خاص تعداد کو بیان نہیں کیا گیا

ہے بلکہ بغیر کسی عدد کے "مساکین" کی اصطلاح کاذکر کیا گیا ہے... لیکن اس شخص کو یہ ضرور ملحوظِ خاطر رکھنا چاہئے کہ وہ (محتاج) زکوٰۃ کے مستحق ہوں کیونکہ یہاں مساکین کا ذکر ہوا ہے۔]

3۔اس حساب سے، کفارہ کی تکمیل کے لئے دس مساکین کو اوسط درجہ کا کھانا کھلانا واجب ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مسکین، جسے کفارہ ادا کیا جائے، ایسا ہو جو اوسط کھانا کھا سکتا ہو۔ جہاں تک شیر خوار بچے کا تعلق ہے، تو میں اسے اس مفہوم میں شامل نہیں کرتا، اور اسی لئے اس (بچے) کو ان مساکین میں نہیں شمار کیا جاتا جنہیں قسم کے کفارہ میں کھانا کھلانے کا بیان ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص اُٹھے اور ایک شیر خوار سمیت دس افراد پر مشتمل ایک مسکین خاندان کو کھانا ارسال کردے، تو یہ کفارہ نامکمل ہوگا؛ یہ نو افراد کو کھانا کھلانا شمار ہوگا نہ کہ دس، کیونکہ وہ بچہ ان لوگوں کے زُمرے میں نہیں آتا جنہیں کھانا کھلایا جارہا ہے۔ میرے فہم کے مطابق یہ سب سے درست رائے ہے اور میں اس سے مطمئن ہوں۔

لہٰذا اس شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ جنہیں کھانا کھلا چکا ہے، ان کے علاوہ دیگر مساکین کو کھانا کھلائے تاکہ کفارہ کے لئے دس مساکین کی تعداد مکمل ہوسکے۔ یہ معاملہ ایسے بچے سے مختلف ہے جو کھانا کھاتا ہو، جیسے ایک لڑکا جو عقل رکھتا ہو، اشیاء میں تمیز کرسکتا ہو اور اسی طرح دیگر معاملات میں سمجھ رکھتا ہو، کیونکہ ان کا شمار کفارہ میں ہوتا ہے۔ اگر کسی مسکین خاندان میں اس طرح کے بچے ہوں تو کفارہ کے لئے انہیں کھانا کھلانا جائز ہے کیونکہ وہ ان لوگوں کے زُمرے میں آتے ہیں کہ جنہیں کھانا کھلایا جائے۔

4۔ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ قسم توڑنے کے کفارہ (كفارة اليمين) کے طور پر ہر مسکین کے لئے کھانے کی مقدار اور کھانے کی نوعیت وغیرہ مقرر ہو، کہ جس سے کفارہ ادا کیا جائے، اور اس حوالے سے میں فقہہ کی کویتی انسائیکلوپیڈیا سے کچھ اقتباس پیش کرتا ہوں؛

["دوم: مقدار کے حوالے سے"

- مالکی، شافعی اور حنبلی فقہاء کی رائے ہے کہ یہ ایک شرط ہے کہ ہر مسکین کو اس ملک کے مطابق رائج خوراک میں ایک مدّ (وزن کی ایک معین مقدار) دیا جائے، اور آیت کی نص کے اعتبار سے یہ جائز نہیں ہے کہ اس خوراک کی قیمت دے دی جائے:

﴿فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ﴾

"تو اس کا کفارہ دس مساکین کو اوسط درجہ کا کھانا کھلانا ہے" (المائدۃ:89)

یہ شرط ہے کہ حصہ میں کمی نہ کی جائے، لہٰذا بیس مساکین کو دس مدّ کھانا دینا جائز نہیں؛ کہ ان میں سے ہر ایک کے لئے نصف مدّ کھانا ہو جب تک کہ وہ ان میں سے دس مسکینوں کے لئے (کھانے کی مقدار میں موجود) وہ کمی پوری نہ کردے کہ جو مقدار (مدّ) سے کم ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ کھانا دس مساکین کے لئے ہو، اس لئے خود ساختہ رائے صحیح نہیں ہوگی، چنانچہ اگر کوئی شخص پانچ مساکین کو کھانا کھلاتا ہے اور پانچ محتاجوں کو لباس مہیا کرتا ہے تو یہ جائز نہیں ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ دس مساکین میں سے ہر ایک کو ملکیت کی بنیاد پر ایک مدّ (مقدار) کھانا دیا جائے، اور مالکیوں کے مطابق یہ جائز نہیں ہے کہ ایک ہی مسکین کو دوبارہ دیا جائے۔ حنفی فقہاء کی رائے میں یہ شرط ہے کہ ہر مسکین کو نصف صاع (وزن کی مقدار) گندم، یا ایک صاع کھجور یا جو دیا جائے، یا اس مقدار کی قیمت رقم کی صورت یا تجارت کی صورت میں پیش کی جائے، کیونکہ مقصد تو محتاج کی ضرورت کو پورا کرنا ہے، اور یہ مقصد اس قیمت سے بھی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

جہاں تک ان مساکین کے لئے کھانے کی مقدار کا تعلق ہے: دو وقت کا کھانا جو کہ سیر ہو کر کھایا جائے، یعنی یہ ضروری ہے کہ ہر مسکین کو دوپہر کا کھانا اور رات کا کھانا ملے، یا اسی طرح اگر وہ شخص ان مساکین کو رات کا کھانا اور سحر کا کھانا مہیا کرے، یا وہ شخص ان مساکین کو دو مرتبہ دوپہر کا کھانا دے یا دو مرتبہ رات کو یا سحر کو، کیونکہ آخرکار دو وقت کا کھانا کھلانا مقصود ہے۔

لیکن اگروہ شخص ایک مسکین کوایک مرتبہ دوپہر کا کھانااوردوسرے مسکین کوایک مرتبہ رات کا کھاناکھلادے تویہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس نے دس افراد کے کھانے کوبیس افراد میں تقسیم کردیاہے جوکہ صحیح نہیں ہے۔

حنفی فقہاءاس پر بھی زور دیتے ہیں کہ وہ شخص ایک ہی دن میں یاالگ الگ دس اوقات میں ایک مسکین کو ہی مکمل کفارہ ادانہ کرے۔ یااگروہ شخص ایک مسکین کودس دن تک دوپہر کا کھانااوررات کا کھاناکھلاتاہے یاایک ہی مسکین کودس روزتک ، ہرروز نصف صاع دیتاہے، تویہ جائز ہے کیونکہ ہرروز محتاج کی حاجت پھر پیدا ہو جاتی ہے جو اسے پھر سے ایک اور مسکین میں شمار کردیتی ہے،یوں گویااس شخص نے کفارہ کی مقدار کودس مساکین پر خرچ کیاہو۔

"سوم: جنس کے اعتبار سے"

- حنفی فقہاء کی رائے یہ ہے کہ جوشے کھانے میں کافی ہے وہ گندم، جَو یا کھجور ہے، ہر ایک کاآٹامقدار کے اعتبار سے اس کے اصل کے برابر ہے یعنی نصف صاع گندم کاآٹااور ایک صاع جَو کاآٹاہے،اور کہاگیاہے: کہ آٹے میں جس شے کااعتبار کیاجاتاہے وہ اس کی قیمت ہے نہ کہ وزن۔اور ان اجناس کے علاوہ کسی جنس سے قیمت اخذ کرناجائز ہے۔اور مالکی فقہاءنے یہ رائے رکھی کہ کھاناکھلانا گندم سے ہے اگروہ مساکین اسے کھاتے ہیں چنانچہ جَو یامکئی یااس کے علاوہ کسی اور جنس سے یہ قابل قبول نہ ہوگا۔اوراگروہ مساکین گندم کے علاوہ کوئی اور خوراک کھاتے ہوں توجوجنس بھی ان کے سیر ہوجانے کے مساوی ہونہ کہ وزن میں۔شافعی نے یہ رائے رکھی کہ کھاناکھلاناان اناج اور پھلوں میں سے ہے جن پر زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ بدن ان سے تشکیل پاتے ہیں اور یہ ضروری ہے کہ وہ کھاناملک میں اکثریت کی خوراک میں سے ہو۔حنبلی فقہاءنے یہ رائے رکھی کہ مساکین کو کھاناکھلاناگندم، جَواور ان کے آٹے، کھجور یاکشمش سے ہوناچاہئے اور جب تک کہ یہ کھانے میں دستیاب نہ ہوں، ان کے علاوہ کسی اور شے کی اجازت نہیں ہے، چاہے وہ اس ملک میں رائج خوراک ہی کیوں نہ ہو]۔ اقتباس ختم ہوا

5۔ دس مساکین کو کھانا کھلانے کے حوالے سے، جس رائے کو میں سب سے صحیح تصور کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ ان مساکین کو اس آیت کے معانی کے اعتبار سے دو کھانے دیئے جائیں:

﴿فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ﴾

"تو اس کا کفارہ دس مساکین کو اوسط درجہ کا کھانا کھلانا ہے جیسا کہ تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو" (المائدۃ: 89)

اہل و عیال کو کھانا کھلانا دن میں دو مرتبہ ہے، کہ جسے کھانا کھلانا کہا جا سکے، جیسا کہ دوپہر اور رات کا کھانا؛ بصورتِ دیگر اس شخص نے اپنے اہل و عیال کا کھانا مہیا کرنے کی تکمیل نہیں کی ہے، اور اسی طرح مساکین کو کفارہ کے حوالے سے بھی، اس شخص پر ان مساکین کو دن میں دو مرتبہ کھانا کھلانا لازم ہے یہاں تک کہ کفارہ کی تکمیل ہو جائے، چنانچہ اگر وہ شخص رات کا کھانا کھلائے بغیر صرف دوپہر کے کھانے پر اکتفاء کرتا ہے، یا دوپہر کے کھانے کے بغیر صرف رات کے کھانے پر اکتفاء کرتا ہے تو یہ قبول نہیں ہے، اور اسی طرح شریعت نے رمضان میں دو وقت کا کھانا مقرر کیا ہے: یعنی سحر اور افطار کا کھانا، لہٰذا مکمل کھانا کھلانا دو اوقات کے کھانوں یا ان کے مثل ہے۔

6۔ جہاں تک آپ کا یہ سوال ہے کہ: (ایک شخص جو یورپ میں رہتا ہے اور یوکرین میں مقرر کردہ قسم کے کفارہ کی رقم کے اعتبار سے عمل کرتے ہوئے اپنی قسم کا کفارہ یوکرین میں مساکین کو ادا کرتا ہے۔ کیا اس شخص کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ یورپ میں قسم کے کفارہ کے لئے مقرر کردہ رقم کے اعتبار سے کفارہ کی ادائیگی کرتا یا یہ کافی تھا کہ جس ملک میں یہ رقم بھیجی گئی تھی وہاں کے مقرر کردہ رقم کے اعتبار کی پیروی کی جاتی؟) تو اس کا جواب یہ ہے اور اس پر مجھے یقین ہے کہ کھانے پر خرچ کی جانے والی رقم اس ملک میں اوسط کھانے کے مطابق ہو، جس ملک میں وہ شخص رہتا ہو، جو کفارہ کی ادائیگی کر رہا ہے؛ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آیتِ مبارکہ میں یہ کہا گیا ہے:

﴿فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ﴾

"تو اس کا کفارہ دس مساکین کو اوسط درجہ کا کھانا کھلانا ہے جیسا کہ تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو" (المائدۃ: 89)

اس طرح اس شخص کو یہ احساس ہو گا کہ کھانا کھلانا اس مقام کے اعتبار سے ہے جہاں وہ شخص خود رہتا ہے، کیونکہ جو مقصد مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ دس مساکین کو اس اوسط کے اعتبار سے کھانا کھلایا جائے جس طرح سے وہ اپنے اہل وعیال کو کھانا کھلاتا ہے۔ مثال کے طور پر، اگر وہ یوکرین میں دس ڈالر میں کھانا کھلاتا ہے تو ممکن ہے کہ یہ رقم یوکرین میں دس مساکین کو کھانا کھلانے کے لئے کافی ہو لیکن یورپ کی صورتحال کے مطابق یہ رقم یورپ میں دس مساکین کو کھانا کھلانے کے لئے ناکافی ہے۔ مثال کے طور پر، اسے ایک سو ڈالر میں کھانا کھلانا پڑے گا تاکہ وہ اس اوسط کے مطابق کھلا سکے جس طرح وہ اپنے اہل وعیال کو کھلاتا ہے۔

اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ زیادہ افضل اور دانشمندانہ ہے کہ اس ملک میں دس مساکین کو کھانا کھلانے کی رقم دی جائے جہاں وہ شخص خود رہتا ہو۔

یہی ہے جو مجھے زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے، وہ بڑا حکمت والا ہے۔

آپ کا بھائی،

عطاء بن خلیل ابوالرشتہ

یکم ذوالحج، 1444ھ

19 جون 2023ء

فہرست

سوال وجواب: نائجر میں انقلاب کا پس منظر اور اس کے اثرات

(عربی سے ترجمہ)

سوال:

نائجر میں انقلاب کی قیادت کرنے والوں نے ہفتہ 13.8.2023 کی شام کو اعلان کیا کہ "وہ معزول صدر محمد بازوم بتھمۃ کے خلاف 'بڑی خیانت' اور 'ملک کی سلامتی کو نقصان پہنچانے' کے الزام میں مقدمہ چلانے کا ارادہ رکھتے ہیں"۔۔انقلاب کی قیادت کرنے والوں نے اپنے بیان میں ان پابندیوں کی دوبارہ مذمت کو جنہیں مغربی افریقی ملکوں کی اقتصادی تنظیم (ایکواس) نے عائد کی ہے۔۔۔الجزیرہ 14.8.2023۔ نائجر میں صدارتی گارڈ کے کمانڈر جنرل عبدالرحمن تشياني نے 7.28.2023 کو اپنے ملک کے سرکاری ٹیلی ویژن پر اعلان کیا کہ انہوں نے خود کو ملک کا عبوری صدر مقرر کیا ہے۔ یہ اعلان صدارتی گارڈز میں اِس کے فوجیوں، جو خود کو "قومی سلامتی کونسل" کہتے ہیں، کے اس اعلان کے دو دن بعد سامنے آیا کہ انہوں نے صدر محمد بازوم کو برطرف کرکے ان کی رہائش گاہ کا محاصرہ کر لیا ہے۔ کیا بغاوت کا یہ عمل اندرونی معاملہ ہے جس کا تعلق ملک میں بااثر قوتوں کے درمیان لڑائی کے ساتھ ہے یا اس کے پیچھے کوئی بیرونی قوت کارفرما ہے اور یہ اندرونی معاملہ بین الاقوامی رسہ کشی کے ضمن میں ہے؟ اس کو کیا سمجھا جائے کہ صدر پر خیانت کا الزام لگایا گیا مگر ان کو گرفتار نہیں کیا گیا بلکہ وہ ملک سے باہر عہدہ داروں کے ساتھ رابطے میں ہے؟

جواب:

صورت حال کو واضح کرنے کے لیے ہم مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھیں گے:

پہلا: انقلاب کا پس منظر اور وہ لوگ جنہوں نے انقلاب برپا کیا

1۔ باقاعدہ فوجی وردی میں ملبوس نو سیکورٹی اہلکاروں کے گھیرے میں میجر جنرل اماد و عبد الرحمن نے اعلان کرتے ہوئے کہا کہ "ہم، دفاعی اور سیکورٹی فورسز، جو کہ قومی سلامتی کونسل میں جمع ہیں، نے اس حکومت کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا جس کو آپ جانتے ہیں۔ یہ فیصلہ امن وامان کی ناگفتہ بہ صورت حال کے تسلسل اور اقتصادی و سماجی بدانتظامی کی وجہ سے کیا گیا۔ "انہوں نے "تمام بیرونی شرکت داروں سے مداخلت نہ کرنے کا مطالبہ کیا" اور اعلان کیا کہ "رات دس بجے سے صبح پانچ بجے تک تا حکم ثانی کرفیو رہے گا"۔۔۔(فرانس پریس 26.7.2023)۔

2۔ پہلے دن کے ٹال مٹول کرنے کے بعد اگلے دن فوج نے بھی انقلاب کی حمایت کا اعلان کر دیا۔۔ فرانس کی سرکاری سائٹ "فرانس 24" نے 27.7.2023 کو خبر شائع کی کہ نائجر میں فوج نے صدر محمد بازوم کا تختہ الٹنے والی دفاعی اور سیکورٹی فورسز کی حمایت کا اعلان کیا ہے یہ عمل" سیکورٹی فورسز کی صفوں میں لڑائی سے بچنے کے لیے ہے۔"اخبار نے مزید کہا کہ "چیف آف آرمی اسٹاف عبدہ صدیق عیسی کے دستخط کے ساتھ شائع ہونے والے بیان میں بازوم حکومت کے خاتمے کی حمایت کی گئی ہے۔"ایسا لگتا ہے کہ ایک دن ٹال مٹول کے بعد جب فوج نے یہ دیکھا کہ وہ انقلاب کو ناکام نہیں بنا سکتے تب اس کی حمایت کا اعلان کر دیا۔

3۔ الحرہ نیوز ایجنسی نے 29.7.2023 کو خبر دی کہ "تشیانی سابق صدر محمد و یوسفو کے وفادار تھے جنہوں نے 2011 سے 2021 تک اپنے دونوں صدارتی ادوار میں ان کو صدارتی سیکورٹی گارڈز کا سربراہ رکھا"۔ افریقی امور کے لیے مختص فرانسیسی میگزین "جان فریک "نے رپورٹ دی کہ "صدر محمد یوسفو صدارتی گارڈ کو بہت اہمیت دیتے تھے جس نے کسی بھی انقلاب کو ناکام بنانے کے لیے ان کو مکمل اختیارات اور ہر قسم کے وسائل فراہم کر رکھے تھے۔" میگزین نے مزید کہا کہ "جنرل تشیانی سنگدل آدمی ہے فوج اس سے ڈرتی ہے۔"اس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ سابق صدر فوج سے ڈرتے تھے کیونکہ فوج میں فرانس کے وفاداروں کا کنٹرول ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نائجر کو بظاہر آزادی دینے کے ساتھ فرانس نے ہی اس فوج قائم کی تھی۔ 2015 میں صدر یوسفو کے خلاف انقلاب کی ایک ناکام کوشش کی گئی تھی، یہ بات بعید از امکان نہیں کہ فوج میں موجود فرانس کے پیروکاروں نے یہ کوشش کی تھی، اسی

لیے صدر نے عبدالرحمن تشیانی کو ترقی دے کر اپنا سیکورٹی انچارج بنایا تاکہ وہ مختلف اسباب کی وجہ سے فرانس کے ایجنٹوں کی جانب سے ان کے خلاف انقلاب کی کوششوں کو ناکام بنائے۔

4۔1960 میں فرانس سے بظاہر آزاد ہونے کے بعد نائجر میں چار بار کامیاب انقلابات برپا ہوئے اور کئی ناکام کوششیں کی گئیں، آخری بار کامیاب انقلاب 2010 میں فوج کی جانب سے فرانس کے ایجنٹ صدر محمد تانجا کے خلاف تھا جنھوں نے "سپریم کونسل برائے بحالی جمہوریت" تشکیل دے کر اس کا ایک سربراہ مقرر کیا تھا جس کا نام جنرل سالی جیبو تھا اور یہ دارالحکومت نیامی میں سپورٹ یونٹ کا سربراہ تھا۔ ہم نے 20.2.2010 کے اس انقلاب کے بارے میں پوچھے گئے سوال کے جواب میں کہا تھا کہ "امریکی بیانات میں ذمہ داری معزول صدر پر ڈال کر انقلاب کا جواز پیش کرنے کا اشارہ ملتا ہے، جیسا کہ امریکی وزارت خارجہ نے صدر کو بحال کرنے کا مطالبہ نہیں کیا، نہ ہی معزول صدر اور انقلابیوں کے درمیان بات چیت کا مطالبہ کیا بلکہ نئے انتخابات اور نئ حکومت تشکیل دینے کا مطالبہ کیا۔۔اس سب سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ انقلاب کے پیچھے امریکہ کا ہاتھ ہے۔۔۔لیکن فرانس کا اثر و نفوذ بدستور ہر شکل میں موجود ہے، 1500 فرانسیسی فرانس کے ایٹمی مفادات کے لیے اب بھی موجود ہیں کیونکہ نائجر یورینیم کے پیداور کے لحاظ سے دنیا کا تیسرا بڑا ملک ہے۔یہی وجہ ہے کہ امریکہ کی لالچی نگاہ بھی اس پر ہے، وہ باقی افریقی ممالک کی طرح، جن میں زیادہ تر مسلم علاقے ہیں جو قدرتی وسائل سے مالا مال ہیں اور انواع واقسام کے خام مال اور توانائی کے ذرائع ہیں، یہاں پر بھی قبضہ جما کر فرانسیسی کنٹرول کا خاتمہ چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ملک اور براعظم افریقہ یورپی اور امریکی استعماریوں کے درمیان رسہ کشی کا میدان ہے۔"

5۔اس انقلاب کے بعد چند مہینوں میں ہی امریکی مطالبے کے مطابق 2011 میں انتخابات کرائے گئے جن میں نائجرین سوشلسٹ ڈیموکریٹک پارٹی کے سربراہ محمد یوسفو جیت گئے اور 7.4.2011 کو باقاعدہ طور پر ملک کے صدر بن گئے۔ اس کے بعد پارٹی صدارت سے استعفی دیا اور محمد بازوم پارٹی صدر بن گئے جو 1990 میں وجود میں آنے والی اس پارٹی کے بانی رکن، یوسفو کے دوست اور مقرب ہیں۔ یوسفو نے ان کو خارجہ امور کے لیے وزیر مقرر کیا، پھر 2015 میں ان کو وزیر مملکت مقرر کیا۔ جب یوسفو دوبارہ صدر منتخب ہو گئے تو انہوں نے بازوم کو وزیر مملکت

برائے داخلہ، پبلک سیکیورٹی اور ڈی سینٹر لائز مقرر کیا۔ یوسفو اور محمد بازوم دونوں صدر تانجا کے مخالفین تھے، 18.8.2010 کو جب فوجی انقلاب کے ذریعے محمد تانجا کو ہٹایا گیا یوسفو اور بازوم دنوں نے اس کی حمایت کی۔ اس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ یوسفو اور بازوم دونوں امریکہ کے وفادار ہیں۔

6۔ محمد یوسفو 2011 سے 2021 میں اپنے دونوں صدارتی ادوار کے دوران امریکہ کے ساتھ اپنی قربت کا اظہار کیا، چنانچہ ان کو نائجر میں دو اہم فوجی اڈے قائم کرنے کی اجازت دی۔ ایک 2014 میں دوسرا 2018 میں، اور ان دو اڈوں میں ایک ہزار سے زیادہ امریکی فوجی اور بہت سارے ڈرون طیارے موجود ہیں۔ نون پوسٹ نے 13.9.2018 کو اپنے ویب سائیٹ پر نائجر میں امریکی اڈوں کے حوالے سے ایک مترجم رپورٹ شائع کی جس میں گارڈین اخبار کو دیے گئے سابق صدر محمد یوسفو کے انٹرویو کو نقل کیا گیا کہ "میں غیر ملکی فورسز کی اصطلاح استعمال کرنا پسند نہیں کرتا کیونکہ امریکی فورسز ہماری دوست ہیں۔۔ سب کو معلوم ہے کہ وہ ہمارے مطالبے پر ہمارے ملک آئی ہیں۔ اپنا مشن پورا کر کے وہ نائجر سے چلے جائیں گے۔"س اس کے ساتھ ساتھ یوسفو نے فرانس کے ساتھ اپنے ملک کے تعلقات اور اتحاد کو برقرار رکھا، فرانسیسی فورسز کو نہیں نکالا، بلکہ اس نے 2014 میں دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر ساحلی ممالک کے اتحاد میں حصہ لیا جس کی بنیاد فرانس نے رکھی تھی اور فرانس ہی اس کی قیادت کر رہا تھا۔ ایسا لگ رہا ہے کہ وہ نائجر سے باآسانی فرانسیسی بالادستی کا خاتمہ نہیں کر سکتا تھا اس لیے ملک میں امریکی بالادستی کے مضبوط ہونے تک، جس کو اس نے دہشت گردی کے خلاف جنگ کے بہانے ملک میں داخل کیا تھا، فرانس کے ساتھ چلنے کا فیصلہ کیا۔

7۔ جب 21.2.2021 کو محمد بازوم صدر منتخب ہوئے اور 1.4.2021 کو یوسفو کی جگہ اس کی حمایت سے باقاعدہ طور پر صدارت کا منصب سنبھال لیا، یوسفو کی پالیسی پر کاربند رہنے کا عہد کیا۔ صدارت کا منصب سنبھالنے سے دو دن پہلے اپنے خلاف انقلاب کی کوشش ناکام بنادی، اس کوشش کو ناکام بنانے میں محمد یوسفو کے وفادار صدارتی گارڈز کے سربراہ عبدالرحمن تشیانی کا اہم کردار تھا۔۔ بازوم امریکی موجودگی کے حامی اور امریکہ کے ساتھ تعلقات کو مستحکم کرنے کی پالیسی پر کاربند رہا۔ عربی 21 نے امریکی ویب سائیٹ انٹر سبٹ کے حوالے سے 27.7.2023 کو

نائجر میں امریکی موجودگی کے حوالے سے رپورٹ میں امریکی وزیر خارجہ بلینکن کے ساتھ بات چیت میں محمد بازوم کا قول نقل کیا کہ "امریکہ ہی بہترین انتخاب ہے، ضرورت یہ ثابت کرنے کی ہے کہ ہم حقیقی نتائج دے سکتے ہیں۔" اس لیے اپنے پیشرو اور دوست محمد یوسفو کی طرح محمد بازوم کی پالیسی بھی امریکہ کی وفاداری اور فرانس کے ساتھ بھی دشمنی نہ مول لینے کی ہے کیونکہ سیاسی اور عسکری میڈیم عمومی طور پر اب بھی 60 سال تک براہ راست، اور اب بلواسطہ ملک کو اپنی کالونی رکھنے والے فرانسیسی استعمار کی طرف جھکاؤ رکھتے ہیں۔

دوسرا: جو کچھ کہا گیا اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ محمد یوسفو اور بازوم دونوں امریکہ کے وفادار ہیں، صدارتی گارڈز کا سربراہ عبدالرحمن یوسفو کا دوست اور مقرب تھا، اسی نے ان کو بڑے اختیارات سونپ دیئے تھے۔ صدارت کا منصب سنبھالنے سے دو دن پہلے بازوم کے خلاف انقلاب کی کوشش ناکام بنانے میں ان دونوں کا کردار تھا۔۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ تینوں ایک ہی پیج پر تھے، تو پھر یہ انقلاب کس لیے؟ جو کچھ ہوا اس کے پس منظر کو باریک بینی سے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ:

1۔ جیسا کہ ہم نے کہا کہ گارڈز کا سربراہ یوسفو کا قابل اعتماد اور مقرب تھا اور فوج میں موجود فرانسیسی ایجنٹوں کے مقابلے میں اس کا دفاع کرتا تھا۔ ذرائع ابلاغ بشمول الشرق الاوسط نے 28.7.2023 کو انقلاب کے سربراہ عبدالرحمن تشیانی کے حوالے سے رپورٹ شائع کرتے ہوئے کہا کہ وہ فوج میں شامل ہو کر افسر بن گیا، اندرنی ذمہ داریاں سنبھالنے سے پہلے انہوں نے بعض عسکری یونٹوں کی قیادت کی تھی مگر 2011 میں سابق صدر محمد یوسفو کے اقتدار سنبھالتے ہی یہ نمایاں ہو گئے اور ان کا قابل اعتماد بن گئے۔ یوسفو کی حکمرانی کے دوران تشیانی نے بہت تیزی سے عسکری مناصب میں ترقی کرتے ہوئے جنرل کے عہدے پر پہنچ گئے، وہ عسکری ادارے میں معمول کے مطابق ترقی پاتے ہوئے اس منصب تک نہیں پہنچے۔ یوسفو نے 2015 میں ان کو نیشنل گارڈز کا سربراہ مقرر کیا، یہ صدر کی حفاظت کا ذمہ دار اسپیشل فورس ہے۔۔ خاص کر یوسفو کے خلاف انقلاب کی ناکام کوشش کے بعد۔

2۔ 2021 میں محمد بازوم کے اقتدار میں آنے سے دو دن پہلے باقاعدہ طور پر ملک کا صدر بننے اور حلف اٹھانے سے پہلے اس کو انقلاب کی ایک ناکام کوشش کا سامنا ہوا۔۔ جس کی وجہ سے انہوں نے صدارتی گارڈز میں وسیع پیمانے پر تبدیلیاں کی مگر انہوں نے جنرل تشیانی کو یوسفو کی سفارش پر کمانڈر برقرار رکھا جنہوں نے اقتدار ان کے حوالے کیا تھا، ان کے بازوم کے ساتھ مضبوط تعلقات برقرار تھے۔ یوسفو حکمران جماعت کے اندر سب سے طاقتور آدمی سمجھے جاتے ہیں انہوں نے اپنے بیٹے کو حکومت میں وزیر معدانیات لگوایا۔

3۔ ذرائع کے مطابق بازوم کے قریبی لوگ تشیانی کے حوالے سے ان کو خبردار کرتے تھے، اپنی حکومت مضبوط کرنے کے لیے ان کو صدارتی گارڈز کی قیادت سے فارغ کرنے کی نصیحت کرتے تھے۔ مگر انہوں نے اپنے دوست سابق صدر کی سفارش پر ان کو برقرار رکھا، تاہم حالیہ دنوں میں سوشل میڈیا میں سرگرم بعض سیاست دان کہہ رہے تھے کہ بازوم تشیانی کو برطرف اور عسکری ادارے اور نیشنل گارڈ میں تبدیلیوں کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہ بھی کہا جارہا ہے کہ وہ سابق صدر کے بیٹے وزیر معدانیات کو بھی برطرف کرنا چاہتے تھے، یہی چیز ان کے اور سابق صدر کے درمیان تعلقات کے خراب ہونے کا سبب بن گئی۔۔ بلکہ اس سے یوسفو اور ان کے قریبی دوست تشیانی ناراض ہو گئے۔ اس کی وجہ سے بازوم کی مقبولیت میں بھی کمی ہوئی، حکمران جماعت کے کئی قائدین ان کے حوالے سے چہ میگوئیاں کرنے لگے کیونکہ ان کا تعلق ھوسا قبیلے سے نہیں جو ملک کی آدھی آبادی کی نمائندگی کرتا ہے، بلکہ یہ عرب نسل سے تعلق رکھتا ہے۔۔ اس کا مطلب ہے کہ دارالحکومت میں اس کے ووٹ کم ہیں اسی لیے ان کے تقرر سے دو دن پہلے ہی ان کے خلاف انقلاب کی ناکام کوشش ہوئی تھی۔ یہ دوسری نسل کے لوگوں اور بعض فوجی کمانڈروں کو بھی کو بھی قابل قبول نہیں تھے۔

4۔ یوں عبدالرحمن تشیانی سابق صدر محمد یوسفو کے عہد میں صدارتی گارڈز کے سربراہ تھے مگر موجودہ صدر ان کو تبدیل کرنے کا سوچ رہے تھے۔۔ الجزیرہ نے 28.7.2023 اپنی ویب سایٹ "میڈیا پارٹ" سے نقل کرتے ہوئے یہ رپورٹ شائع کی کہ "جنرل عبدالرحمن تشیانی سابق صدر محمد یوسفو کے عہد میں صدارتی گارڈز کے سربراہ تھے، مگر موجودہ صدر ان کو تبدیل کرنے کا سوچ رہے تھے کیونکہ ناٸجرین فوجی ماہرین کے مطابق وہ سابق صدر

کے ساتھ وفاداری کے لیے مشہور ہیں۔ سیاسی تجزیہ کار موسیٰ اکسر نے ویب سائٹ سے بات کرتے ہوئے کہا کہ تمام اشارے بتا رہے ہیں کہ سابق صدر محمد یوسفو دوبارہ اقتدار میں آنا چاہتے ہیں۔۔ وہ تیل پر کنٹرول حاصل کرنا چاہتے ہیں، کئی کمپنیوں میں ان کے پاس بہت سارے شیئرز ہیں۔ایک تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق سابق صدر کے عہد میں نائجرین کے وزارت دفاع میں کرپشن ہوئی ہے"۔ یہ رپورٹ اس بات کی تائید کرتی ہے کہ بغاوت کے اندرونی محرکات ہیں گویا یہ بغاوت کی بنیادی وجہ ہے۔ اسی لیے جب یہ بغاوت ہوئی امریکہ، فرانس، یورپی یونین، برطانیہ، روس اور علاقائی طاقتوں نے اس کی شدید مذمت کی۔۔ گویا سب حیران تھے!!

5۔ امریکہ اور اقوام متحدہ نے انقلاب کی مذمت کی ۔۔فرانس اور یورپی یونین نے انقلاب کی مذمت کی۔۔ مغربی افریقہ کی اقتصادی تنظیم "ایکواس" نے مذمت کی۔۔ حتیٰ کہ برطانیہ، جس کا نائجر میں کوئی وجود نہیں، نے انقلاب کی مذمت کی! اسی طرح روس، جس کا یہاں کوئی وجود نہیں نہ ہی اس کے واگنر کی کوئی موجودگی نہیں ہے، نے مذمت کی۔وہ یہ نہیں سمجھ سکا کہ مظاہروں میں اس کے جھنڈے کو لہرانا گمراہ کن ہے! وائٹ ہاوس کے ترجمان کارین جان بیر نے کہا "امریکہ کو روس کے اس میں ملوث ہونے کا کوئی اشارہ نہیں ملا نہ ہی خاص طور پر روسی عسکری گروپ واگنر کے نائجر کے انقلاب میں ملوث ہونے کے کوئی شواہد ہیں۔"۔۔رائٹرز 27.7.2023۔

تیسرا: خلاصہ

1۔ راجح بات یہ ہے کہ یہ انقلاب داخلی محرکات کی وجہ سے ہے، یہ امریکی ایجنٹوں کی باہمی رسہ کشی یا جھڑپ ہے: ایک طرف یوسفو اور عبدالرحمن ہیں دوسری طرف بازوم ہیں۔۔ جب پہلے دو کو یہ علم ہوا کہ بازوم سابق صدر یوسفو کے بیٹے اور عبدالرحمن کو برطرف کرنا چاہتا ہے تو ان دونوں نے اس انقلاب کا منصوبہ بنایا، مگر انہوں نے جوڑ توڑ کا راستہ بند نہیں کیا کیونکہ یہ سب امریکی ایجنٹ ہیں۔اس کے بعد بازوم کو گرفتار کرنے یا جیل میں ڈالنے میں ٹال مٹول سے کام لیا، انقلاب کے کچھ دن بعد اس پر خیانت کا الزام لگایا، حالانکہ وہ اپنی رہائش گاہ پر موجود ہے، کبھی ان کو تنگ کرتے ہیں کبھی ان کو دوائی اور خوراک لینے کی اجازت دیتے ہیں۔ ساتھ ہی امریکہ اور نیامی میں اس کا سفیر اس

مسئلے کا حل ڈھونڈنے کے لیے تگ ودو میں مصروف ہے۔۔یہی وجہ ہے کہ یہ انقلاب امریکی ایجنٹوں کی باہمی چپقلش ہی ہے۔

2۔اس انقلاب سے جس کو سب سے زیادہ نقصان ہوا وہ فرانس ہے، چونکہ انقلابی امریکہ کے وفادار ہیں اس لیے انہوں نے اپنے انقلاب کا جواز فراہم کرنے کے لیے فرانس کے الجھے ہوئے اور جارحانہ موقف سے فائدا ٹھانے کی کوشش کی۔پرانے استعمار سے لوگوں کی نفرت اور اس کی جانب سے ملک میں لوٹ مار کو اپنے حق میں استعمال کرنے کی کوشش کی، یہی وجہ ہے کہ 30.7.2023 کو ہزاروں لوگوں نے فرانسیسی سفارت خانے کے سامنے فرانس کے خلاف احتجاج کیا، فرانس کے خلاف نعرہ بازی کی۔

3۔امریکہ اس بحران کو حل کرنے کی کوشش کرے گا اور اس کو فرانس کے خلاف اپنے اثر و نفوذ کو مضبوط کرنے کے لیے استعمال کرے گا، جیسے:

۔اگر ممکن ہو بازوم کو بحال کرنے کی شکل میں، اگرچہ یہ آسان نہیں، ان کی بحالی بھی امریکہ کے مفاد میں ہے کیونکہ وہ بھی امریکی ایجنٹ ہے، اگرچہ وہ فرانس کے ساتھ بھی چلتا ہے۔رائے عامہ بھی انقلاب کے خلاف ہے، ان کو واپس لانے کا مطالبہ ہو رہا ہے کیونکہ منتخب اور قانونی صدر ہے۔

۔یا پھر انقلابیوں پر دباؤ ڈال کر عبوری دور کا خاتمہ کر کے دوبارہ انتخابات کرنا، اس صورت میں سابق صدر یوسفو دوبارہ صدارتی امیدوار ہوں گے۔انقلابی بھی ان کے لوگ اور ان کے قبیلے کے ہیں۔یوں وہ اپنے کنٹرول کو برقرار رکھے گا، اپنے خاندان کو بچائے گا، ان کے چوری اور کرپشن پر پردہ ڈالے گا۔خاص طور پر وہ امریکی ایجنٹ ہیں ان کی اپنی پارٹی اور قبیلے میں بڑا اثر و رسوخ ہے، ملک کی آدھی آبادی کا تعلق اسی قبیلے سے ہے۔

4۔یوں اس جیسی اسلامی سرزمین جو وسائل سے مالامال ہے مگر ان استعماری ایجنٹوں کی وجہ سے غریب ترین ملک ہے، یہ کبھی ایک استعمار کی خدمت کرتے ہیں کبھی دوسرے کی جس کے بدلے کرسی اور مال حاصل کرتے ہیں۔

اپنے ملک کے مفاد اس کی آزادی اور ترقی کا نہیں سوچتے۔ اگرچہ یہ مسلمانوں کی نسل سے ہیں مگر ان کو اسلام کی بھی کوئی فکر نہیں۔ لوگ بھی فکری پسماندگی، جاہلیت اور تعصب کی طوفان کی وجہ سے بغیر سوچے سمجھے ان ظالموں کی پیروی کرتے ہیں۔۔ اسی لیے وہ امن اور سلامتی کو ترستے ہیں، صرف اسلام کی حکمرانی اور خلافت راشدہ کے قیام سے ہی اسلام اور مسلمانوں کی عزت بحال ہوگی، یہی ان کی طاقت اور ترقی کا ضامن ہے۔۔ خاص طور نا ئجر ایک مسلم ملک ہے جس کے باشندے مسلمان ہیں۔۔

یہی بات حق ہے ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ فَأَنَّى تُصْرَفُونَ﴾ **"اور حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے تم کدھر بھٹکے جا رہے ہو"** (یونس، 10:32)۔

28 محرم 1445 ہجری

بمطابق 15 اگست 2023

فہرست

میڈیا پیغام:: حکومت مہنگائی کی بھٹی کو دہکانے کیلئے ہزاروں ارب کے نوٹ چھاپتی ہے، اور پھر اس آگ کے الاؤ میں جلتے عوام کو دیکھ کر آنسو بہاتی ہے

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

پچھلے سال جولائی سے اب تک بجلی کی قیمتوں میں فی یونٹ 18 روپے کا اضافہ ہو چکا ہے اور ٹیکسوں کے ساتھ بجلی آج 50 روپے فی یونٹ ہے۔ پٹرولیم کی قیمتیں 300 روپے فی لٹر کو چھو رہی ہیں۔ مہنگائی کی شرح پاکستان کی تاریخ کے بلند ترین سطح پر ہے۔ مہنگائی کی اس بھٹی کو دہکانے کی ذمہ دار پاکستانی ریاست ہے جو دھڑا دھڑ کرنسی نوٹ چھاپ کر اپنے بجٹ خسارے کو پورا کر رہی ہے لیکن اس کی قیمت عوام خودکشیوں، بچوں کو قتل کرنے، بھوک، ننگ، افلاس اور صحت و تعلیم سے محرومی کی صورت میں ادا کر رہی ہے۔

وفاقی حکومت کے بجٹ اخراجات ساڑھے 14 سو ارب کے ہیں، جبکہ وفاقی حکومت کی بجٹ آمدن 9200 ارب ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسٹیٹ بینک پیسے چھاپ کر بینکوں کو سود پر دیتی ہے اور پھر حکومت بینکوں سے زائد سود پر یہ پیسے خود حاصل کرتی ہے، یوں بجٹ خسارہ فنانس (پورا) کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کا سارا خمیازہ عوام کو بھگتنا پڑتا ہے کیونکہ مہنگائی عوام کی جیب پر ڈالا جانے والا وہ ڈاکہ ہے جس میں عوام کو علم میں لائے بغیر ان کی جیب کاٹ دی جاتی ہے کیونکہ پیسے کی قدر کم ہونے کے باعث اشیاء زیادہ رقم میں ہی خریدی جاسکتی ہیں۔

پاکستان کی موجودہ بے قیمت کاغذی کرنسی (FIAT) محض تبادلے کا ذریعہ (Medium of Exchange) ہے، اس کی اپنی کوئی اندرونی قدر نہیں ہے۔ اس کو دھڑا دھڑ چھاپنے سے ملکی دولت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا، کیونکہ اصل دولت اشیاء، پیداوار اور خدمات ہیں جن میں اگر اضافہ نہ ہو، تو کرنسی چھاپنے سے محض کرنسی کا حجم بڑھتا ہے، اور زیادہ پیسوں کے عوض ہی اب اشیاء خریدی جائیں گی اور ملک افراطِ زر (مہنگائی) کا شکار ہو گا۔ پی ٹی آئی حکومت میں اگست 2018 لے کر مارچ 2022 تک قرضوں میں 180 کھرب، جبکہ پی ڈی ایم حکومت کے

ماہ میں 185 کھرب کے قرضوں کا اضافہ ہوا۔ جبکہ اس دوران مجموعی ملکی پیداوار میں اضافہ 15 فیصد بھی نہیں 15 رہا۔یوں کرنسی میں بے تحاشا اضافے نے مہنگائی کا طوفان کھڑا کر دیا ہے۔

اسلام ریاست کو پیسے اپنی مرضی سے چھاپنے یا سود پر حاصل کرنے کی طاقت ہی چھین لیتی ہے، کیونکہ اسلام کی رو سے کرنسی کا سونے اور چاندی کی بنیاد پر ہونا کوئی آپشن نہیں بلکہ فرض ہے۔ پس حکومت تب تک کرنسی جاری ہی نہیں کر سکتی جب تک کہ حکومت کے پاس اتنا ہی سونا یا چاندی موجود نہ ہو۔اس طرح افراط زر کا خاتمہ ہو جاتا ہے، عوام کی جیب پر مسلسل ڈلنے والا ڈاکہ رک جاتا ہے، عوام کے مال کی حرمت محفوظ ہو جاتی ہے اور معیشت مستحکم ہوتی ہے۔

خلافت اپنے قیام کے ساتھ ہی تمام سودی ادائیگیوں کو بند کر دے گی، جس میں وفاقی قرضوں کے اوپر ساڑھے سات ہزار ارب کا سود، گردشی قرضوں کا سینکڑوں ارب کا سود، اجناس خریدنے کیلئے حاصل کیے گئے قرضے کا سود اور بیرونی قرضوں کا سود سب شامل ہے۔ خلافت ریاست کے اندر وسائل اور دولت کی تقسیم کے منفرد نظام کے ذریعے کثیر محاصل حاصل کرے گی، تاکہ اسے کسی مالیاتی خسارے کا سامنا نہ کرنا پڑے اور عوام پر بھی کوئی ناجائز بوجھ نہ پڑے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾

" اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کو ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے"(طہ،20:124)

فہرست

نُصرة

نصرۃ وہ حکمِ شرعی ہے کہ جس پر آج سیاسی طور پر امت مسلمہ کے مستقبل کا دارومدار ہے کیونکہ نصرۃ کے ذریعے ہی اُس ریاستِ خلافت کا قیام عمل میں آئے گا جو ان غداریوں اور خیانتوں کے طویل سلسلے کا خاتمہ کرے گی جس کا امت کو سامنا ہے، جو اللہ کے نازل کردہ تمام تر احکامات کے ذریعے حکمرانی کا آغاز کرے گی، پوری امت مسلمہ کو ایک ریاست کے سائے تلے وحدت بخشے گی اور دعوت و جہاد کے ذریعے اسلام کے پیغام کو پوری دنیا تک لے جائے گی۔

نصرۃ کی دلیل ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے ملتی ہے کہ جب مکہ کا معاشرہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جامد ہو گیا تو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے حکم دیا کہ آپ مختلف قبائل پر اپنے آپ کو پیش کر کے اِن کی حمایت و نصرت طلب کریں۔

پس آپ ﷺ نے ابو طالب کی وفات کے بعد مختلف عرب قبائل کی طرف رجوع کیا یہاں تک کہ مدینہ کے اوس و خزرج قبائل کے سرداروں نے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ ﷺ کو نصرۃ دی اور اس نصرت کے نتیجے میں ہی بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔اور یوں وہ رہتی دنیا تک انصار کے لقب سے پہچانے گئے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان کی افواج میں موجود مخلص افسران اپنے انصاری بھائیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خلافت کی دعوت کے علمبرداروں کو نصرۃ فراہم کریں، اس کفریہ سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کو اکھاڑ پھینکیں اور ایک خلیفۂ راشد کو قرآن وسنت کے نفاذ پر بیعت دیں اور رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی اس بشارت کے پورا کریں کہ جب آپ ﷺ نے فرمایا: **«ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ»** "پھر ظالمانہ حکمرانی کا دور ہوگا اور اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہیں گے۔ پھر اللہ اس کو ختم فرما دیں گے جب وہ چاہیں گے۔اس کے بعد نبوت کے نقش قدم پر خلافت قائم ہوگی" (مسند امام احمد)